بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شانِ والدین رسول

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد اکرم مدنی
فاضل عربی / ایم اے اسلامیات
چیف ایڈیٹر ماہنامہ "آفتاب ہدایت" جہلم

6

بک کارنر مین بازار جہلم (پاکستان)

تاثرات علیٰ الکتاب والدینِ رسول ﷺ

یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے جتنی معلوماتی ہے شاید ہی اس موضوع پر کوئی اس قدر معلوماتی کتاب لکھی گئی ہو۔ یہ کتاب عظمتِ والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ولایتِ والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے اس لئے میری تجویز ہے کہ اس کا نام " شانِ والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" ہونا چاہیئے۔

مصنف نے شانِ والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نکھارنے کے لئے جو اندازِ محبت اختیار کیا اور جو کوشش کی اس کے صدقے اللہ ربّ العزت مصنف کے علم میں لامحدود اضافہ فرمائے جو کتاب کے آخری ابواب کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے جس عمدگی سے والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان و عظمت پر متوقع ہر شبہے کا ازالہ کیا ہے۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ضرور خوش ہوئے ہوں گے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو یہ کتاب بالواسطہ اوّل تا آخر حضور سیدِ عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ظاہر کر رہی ہے جس کا اندازہ مجھے کتاب کے بعض حصوں سے ہوا ہے جہاں محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر موجزن ہے اور جہاں قاری کے محبت بھرے آنسو بے اختیار ٹپک پڑتے ہیں۔ میں یہ کتاب تنہائی میں پڑھ رہا تھا کہ پڑھتے پڑھتے والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی ایسی لہر اُٹھی جس نے میری آنکھیں پُرنم کر دیں اور خوشبو کے جھونکے محسوس ہونے لگے۔ یقیناً یہ خوشبو صاحبانِ کتاب کی روحانی توجہ کی وجہ سے ہی آئی ہو گی۔ اللہ کریم کتاب کی مقبولیت میں اضافہ فرمائے اور اُسے لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے۔ آمین۔

محمد اسمٰعیل

نام کتاب ——— شان والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف ——— محمد اکرم مدنی (ایم اے)

اہتمام ——— شاہد حمید ۔ ملک محمد اشرف

مطبع ——— فرینڈز پرنٹرز نزد اقبال روڈ پریس لین جہلم (پاکستان)

ہدیہ ——— ساٹھ ۶۰ روپے صرف

انتساب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں اور رفعتوں کے ساتھ جن کے سر پر انبیاء و مرسلین کی سرداری کا تاج سجا۔ اور جن کے سبب آباء اور اولاد دونوں ہی شرف پا گئے۔

محمد اکرم مدنی

ہماری مقبول عام کتابیں

کتاب	مصنف	قیمت
معمولاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	محمد اکرم مدنی	120.00
معجزاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	محمد اکرم مدنی	120.00
ذکر اللہ والوں کے	شاہد حمید	60.00
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئز	شاہد حمید	60.00
اقوالِ زریں	شاہد حمید	60.00
روشنی کے مینار	شاہد حمید	60.00
عظمت کے مینار	شاہد حمید	60.00
جادو کا علاج	الشیخ وحید عبدالسلام بالی	150.00
بارہ تقریریں	قاری عتیق الرحمٰن	90.00
آدابِ زندگی	قاری عتیق الرحمٰن	90.00
کلامِ باہوؒ	حضرت سلطان باہوؒ	60.00
فنِ تقریر	پروفیسر اکرم مدنی	60.00
شخصیاتِ جہلم	انجم سلطان شہباز	200.00
کمپیوٹر گائیڈ	انجم سلطان شہباز	60.00

مُقدّمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ

سب حمد و شکر اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے کائنات کی تاریکیوں میں شمعِ رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن فرمائی۔ جس کی تاب ناکی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ نورِ معرفت سے خالی نہیں رہا اور جس کی عمدگی پر خود اللہ کریم کو اتنا ناز ہے کہ وہ خود اپنا تعارف اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے رب ہونے کی حیثیت سے کرواتے ہیں[1] گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی اکمل، احسن اور اکرم ہے کہ اُسے دیکھ کر خالقِ کائنات کے حسنِ صنعت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ہم تو پھول کی ایک پنکھڑی کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھتے ہیں کہ اُس کی نازکی و تازگی اور اُس کی لطافت و نظافت کس طرح اپنے اندر خوشبو کو بسائے ہوئے ہوتی ہے۔ یہ پھول قدرت کے حسنِ تخلیق کا ایک مظہرِ اتم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لفظِ "کُن" کی کرشمہ سازیاں ہیں اور یہ اُس کی لطیف صنعت کا ایک معمولی شاہکار ہیں۔ تو پھر کیا عالم ہوگا اُس محبوبِ رب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی شادابی کا

---

[1] فَلَا وَرَبِّكَ۔ نہیں۔ مجھے قسم ہے تیرے رب کی۔ اِس قسم کے اور کئی ارشادات قرآنِ پاک میں موجود ہیں۔

کیا حال ہوگا اُس حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حسن وخوبی کا، جس کے چہرے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا حسنِ صنعت صرف کیا ہوگا جس کی ذاتِ اقدس کو اپنی پہچان اور بُرہان ٹھہرایا ہوگا، جس کے متعلق خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم فرمائیں "لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ" ([1] حضرتِ جابرؓ) (اُسے ہرگز آگ نہ چھوئے گی جس نے بحالتِ ایمان مجھے دیکھ لیا یا اُسے دیکھ لیا جس نے مجھے دیکھا ہو۔) اور یہ اعلان فرمائیں کہ "مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَق" ([2] حضرت ابی قتادہؓ) (جس نے مجھے دیکھا بیشک اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھ لیا۔) اس چہرے کی وجاہت کے صدقے! جس کی زیارت دوزخ سے آزادی کی سند ہے۔ ان ہی کے وسیلہ سے ہم سب بخشش کے امیدوار ہیں ورنہ ہم میں سے کون ہے جو اپنا عمل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر سکے۔ اس بے مثل و مثال شخصیت پر کروڑوں درود وسلام اُس وقت تک جب تک ربِ کریم کی ربوبیت قائم رہے۔

آج کتنا مبارک دن ہے جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے والدینِ کریمینؓ پر ایک مستقل کتاب تصنیف کرنے کا آغاز کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کا مقصد اعتراضات کا جواب دینا نہیں بلکہ صرف دو مقاصد پیشِ نظر ہیں۔ ایک تو یہ کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے والدینِ کریمینؓ کے متعلق صاف ستھری اور خوب صورت معلومات عام قارئین کے لئے مہیا کر دوں جن کے پڑھ لینے کے بعد وہ تمام گرد وغبار دُور ہو جائے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کے متعلق اٹھایا گیا ہے اور اُن نوجوانوں کی تشفی ہو جائے جنہوں نے اس کے متعلق مجھ سے بہت سوالات پوچھے ہیں۔ دوسرا مقصد رسولِ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی حاصل کرنا ہے جس کے حصول کی شہادت میرا نورِ بصیرت دے رہا ہے۔

---

[1]، [2]۔ مشکوٰۃ شریف۔

یہ ایک نادر موضوع ہے اس لئے اسے شروع کرنے سے قبل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے اجازت حاصل کی ہے جو مجھے بخوشی دی گئی ہے اور میں نے اس کا متن شروع کرنے سے قبل استخارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر لغزش سے بچاتے اور موضوع کے متعلق مجھے مستند کتابیں میسر آجائیں۔ اس موضوع پر میری تحقیق ہمیشہ جاری رہے گی اور جب بھی مجھے اضافی مستند معلومات میسر آئیں گی تو ہم انشاء اللہ انہیں اس کتاب کے ضمیمے کے طور پر شائع کر دیں گے۔ فی الحال اس کتاب کو میں چار ابواب میں تقسیم کر رہا ہوں۔

پہلا باب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے آباؤ اجداد کا شرف وکمال۔
دوسرا باب۔ " " " " مختصر تعارف۔
تیسرا باب۔ " " " " والدینِ کریمینؓ کا ایمان ومقام۔
چوتھا باب " " " " " کے حالاتِ زندگی۔

ان چاروں ابواب کا نچوڑ چند جملوں میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے آباؤ اجداد حضرتِ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرتِ عبداللہؓ تک سبھی باوقار، عاصم، ظاہری وباطنی حُسن سے مالا مال، نیک طبع، توحید پرست اور شرک سے دُور رہے ہیں۔ اسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی مائیں حضرتِ حوّا سے لے کر حضرتِ آمنہؓ تک سبھی انتہائی پاکیزہ، شرم وحیا سے مزین، ظاہری وباطنی حسن وجمال سے آراستہ، توحید پرست اور شرک سے بیزار رہی ہیں۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کریمینؓ (حضرتِ عبداللہؓ اور حضرتِ آمنہؓ) اہلِ ایمان اور صاحبِ مقام ہیں۔ ان کے متعلق بدگمانی گناہ، خاموشی پسندیدہ اور اُن کے ایمان کی گواہی کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ میں خود بہت عرصہ اس معاملہ میں

خاموش رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن کا ایمان اور مقام محسوس کرا دیا۔ یہ دونوں حضرات اُس زمانے کا انتہائی اَحسن و اَجمل جوڑا تھے۔ یہ کتنے خوش نصیب اور عالی بخت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جلوہ افروزی کے لئے پوری دنیا میں سے اِن کے گھر کو اِنتخاب فرمایا۔ بے شک یہ گھرانہ اُس زمانے میں سب سے زیادہ افضل و مکرم تھا اور اِس لائق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے روپ میں اُن کے گھر اُترتی۔ انشاء اللہ آپ بھی اِس کتاب کے مطالعہ سے اسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

میں ہر محبِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کرتا ہوں کہ جسے جہاں کوئی عظمتِ والدینِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق نقلی دلیل یا قلبی کیفیت یا مشاہدہ ہو تو وہ مجھے ضرور مطلع کرے۔ میں اُس کا بہت احسان مند ہوں گا۔ شکریہ۔

محمد اکرم مدنی

ٹُنگھا، ڈاک خانہ کالا گجراں، جہلم۔

۵ جمادی الثانی، ۱۴۱۰ سنہ ھ

۳، جنوری ۱۹۹۰ سنہ ء

باب نمبر ۱

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اَجداد کا شرف و کمال

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آباؤ اَجداد حضرتِ آدم ؑ سے لیکر حضرتِ عبداللہ رضؓ تک سبھی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ، توحید پرست، عبادت گزار، عالی نسب، پاکیزہ خصلت، اہلِ ثروت، اہلِ حکومت اور اصحابِ سطوت ہیں۔ انہیں تاریخِ انسانیت میں عموماً اور تاریخِ عرب میں خصوصاً ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ اِن کُل ۷۹ اجداد میں چھ نبی ہیں حضرت آدم ؑ، حضرتِ شیث ؑ، حضرتِ ادریس ؑ، حضرتِ نوح ؑ، حضرتِ ابراہیم ؑ اور حضرتِ اسمٰعیل ؑ۔ اِن سب کا مختصر تذکرہ سپردِ قلم کرنے سے قبل آپ کو اُن کے شرف و کمال سے روشناس کراتا ہوں۔

۱۔ قرآنِ پاک کی شہادت

۱۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق تمہارے پاس اونچی شان والے رسول تم ہی میں سے آئے ہیں۔

(سورۃ توبہ، آیت ۱۲۸)

اِس آیتِ مبارکہ میں رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود "فا" کو زبر سے تلاوت فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے۔ "تمہارے پاس رسول نفیس ترین لوگوں میں سے آئے ہیں۔" اور پھر اِرشاد فرمایا۔ "میں نسب و حسب میں نفیس ترین ہوں۔ آدم ؑ

سے لے کر اب تک میرے آباء و اجداد میں کوئی بدکاری نہیں ہے بلکہ سب صحیح نکاح سے پیدا ہوئے ہیں"۔ ——— (خصائصِ کبریٰ بروایت حضرتِ انسؓ)

اِس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقیؒ فرماتے ہیں کہ اِس آیت سے مُراد یہ ہے کہ اے عرب و عجم کے لوگو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا عظیم تحفۂ رحمت آگیا ہے یہ تمہاری ہی جنس سے ہے تاکہ تمہیں اُن کی اتباع دشوار نہ ہو (پس اِس تحفہ کی قدر کرنا) اور اِس تحفہ سے صرف کافر اور منافقین ہی منہ موڑیں گے۔ اے مؤمنین! تمہارے پاس ایسا رسول مبعوث فرمایا کہ جس کی ذات میں دونوں صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے فیض لینے کی بھی اور مخلوق کو فیض دینے کی بھی۔ پس یہ تمہارے اشرف ترین اور افضل ترین قبیلے سے آئے ہیں کیونکہ بنی ہاشم اپنے پسندیدہ خصائل کی وجہ سے سب سے افضل ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون و مکان کے بننے کا سبب ہیں۔ پس اُن کا وجود شریف، اُن کا مادۂ لطیف اور تمام موجودات سے افضل ہے اور اُن کی رُوحِ مطہر اُرواحِ قدسیہ کی طرح ہے۔ اُن کا قبیلہ افضل ترین، اُن کی زبان بہترین۔ اُن کی کتاب عظیم ترین، اُن کی آل اور اُن کا روضۂ اطہر اعلیٰ ترین ہے۔

۲- اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝

"وہ ذات آپ کو اُس وقت دیکھتی ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور اُس وقت بھی جب آپ سجدہ کرنے والوں میں چکر لگاتے ہیں"۔ (سورۃ شعراء، آیات ۲۱۸ - ۲۱۹)

اِن آیات کا مفہوم یہ ہے کہ جب آپ تنہا نماز پڑھتے ہیں تو بھی ہماری نظرِ رحمت آپ کی طرف ہی ہوتی ہے اور جب جماعت کروا رہے ہوتے ہیں اور قیام، رکوع، سجود اور قعود کے دوران نمازیوں میں (روحانی طور پر) گھوم رہے ہوتے ہیں تاکہ

سامنے ہی رہتا ہے۔ سبحان اللہ۔

اِس آیت کی تفسیر میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ فرماتے ہیں کہ اِس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا اِرادہ، آپ کی نیت اور آپ کا عزم دیکھتا ہے جب آپ کسی کام کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور مخلوق کی موجودگی مشاہدۂ حق میں آڑے نہیں آتی۔ پھر یہاں بہت بڑی خوشخبری اور تسلی ہے اُن عبادت گزاروں کے لئے جو عبادات میں مشقت برداشت کرتے ہیں کیونکہ جب محب کو معلوم ہو کہ اُسے اُس کا محبوب دیکھ رہا ہے تو اُس پر عبادت سہل ہو جاتی ہے۔ جو خوش قسمت لوگ اپنی پلکوں پر مشاہدۂ رَب کا بوجھ اُٹھا لیتے ہیں اُن پر بڑے بڑے پہاڑوں کا اُٹھانا آسان ہو جاتا ہے۔ ——— (مفہوم تاویلاتِ نجمیہ)

اِس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہم آپ کو اُس وقت دیکھ رہے تھے جب آپ عالمِ ارواح میں ساجدین کی پیشانیوں میں چکر لگا رہے تھے۔ کیونکہ ہم نے ہر ساجد کی روح آپ کی ہی روح سے بنائی ہے بلکہ پورا جہان ہی اُن کے نور سے بنا ہے اور اِس بات پر اَحادیث گواہ ہیں۔ ان کا نور ہی اوّل مخلوق ہے اور باقی مخلوق اُن کے نور سے ہے۔

حضرتِ ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلِ امینؑ سے پوچھا "اے جبریل آپ کی عمر کتنی ہے"؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نہیں جانتا سوائے اِس کے کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ستر ہزار سال میں طلوع ہوتا تھا اور میں نے اُسے ۷۲ ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

یَا جِبْرِیْلُ! وَعِزَّةِ رَبِّیْ اَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ

اے جبریل! مجھے میرے رَب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی ہوں۔ (روح البیان)

ف : اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک حضرتِ جبریلِ امین ؑ کی پیدائش سے قبل ہی چوتھے حجاب میں موجود تھا۔ اِس سے کائنات کی مدّت کا بھی تھوڑا بہت اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ اربوں سال بنتے ہیں۔

اب آیئے اِس آیت کی تفسیر میں رئیس المفسرین، حبر الامت حضرت ابنِ عباس ؓ کا قول ملاحظہ فرمایئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:-

"اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کی پشتوں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت کر دی۔"

یہاں صرف انبیاء کا ذکر اُن کی رفعتِ شان کی وجہ سے فرمایا گیا ہے حالانکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں صرف چھ (۶) ہی نبی ہیں۔ یہاں سے مراد آپ نے عبادت گزار لوگ لیئے ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گواہی دے رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ یہ جو آزر حضرتِ ابراہیم ؑ کا والد مشہور ہے یہ اصل میں آپ کا چچا ہے۔ آپ کے والد کا نام تارخ ہے جیسا کہ شجرہ طیبہ سے آپکو معلوم ہو جائے گا۔ (خصائص کبریٰ اور ابوی مصطفٰے ؐ)

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی ؒ فرماتے ہیں اِس آیت سے اِستدلال کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ایمان پر تھے جیسا کہ اہلِ سنت کے بڑے بڑے ائمہ اسی مسلک پر ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ آپ ؐ کے والدینِ کریمین ؓ کو کافر کہنے والا کہیں خود کافر نہ ہو جائے۔ ——— (روح المعانی)

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی ؒ فرماتے ہیں کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اِس لحاظ سے یہ آیت دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع آباء کرام مسلمان تھے۔ (الحاوی للفتاوٰی)

۳- وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

"اور جب حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے چچا اور قوم کو کہا کہ میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں، سوائے اُس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس وہی مجھے ہدایت دے گا۔ اور اُس نے اپنے پیچھے یہ کلمہ توحید چھوڑ دیا تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔"

——— حضرت ابنِ عباس ؓ کی رائے یہ ہے کہ کلمہ باقیہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے جو اُن کی اولاد میں باقی رکھا گیا۔ (الحاوی للفتاوٰی)

——— حضرت ابنِ جریر ؒ اور ابنِ منذر نے بھی اپنی تفاسیر میں حضرت مجاہد سے ہی نقل کیا ہے۔ نیز امام ابنِ حمید اور عبدالرزاق نے حضرت قتادہ ؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کلمہ باقیہ سے مُراد شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اخلاص اور توحید ہے جو ہمیشہ اُن کی اولاد میں رہی اور رہے گی۔ (ذکرِ حسین)

——— ابنِ جریر ؒ نے اِس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اُن کی اولاد میں ہمیشہ کچھ لوگ دینِ فطرت پر رہیں گے اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔

المختصر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ؓ حضرتِ ابراہیم ؑ کی اُسی اولاد سے ہیں جو فطرت پر، توحید پر اور دینِ ابراہیمی پر قائم رہی۔

۲- احادیثِ پاک کی شہادت

مشکوٰۃ شریف "باب فضائل سید المرسلین" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔

۱- میں اولادِ آدم ؑ میں بہترین گروہ میں بھیجا گیا یکے بعد دیگرے۔ حتیٰ کہ اُس گروہ میں ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے تھا۔ (حضرت ابوہریرہ ؓ)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو چُنا، اور پھر قریش کو کنانہ سے، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔

(حضرت واثلہ بن اسقعؓ)

۳۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر دو گروہ بنائے تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (قریش) میں رکھا۔ پھر گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر میں رکھا پس میں ان میں سے سب سے بہتر ذات والا اور بہتر گھر والا ہوں۔ (حضرت عباسؓ)

ف: مخلوق میں سب سے افضل انسان ہیں۔ ان ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت ملی۔ دو گروہ سے مُراد عرب و عجم ہیں۔ ان میں سے عرب بہترین ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی میں رکھے گئے۔ پھر قبائل بنے تو بہترین قبیلہ قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے لئے چُنا گیا۔ پھر گھر بنے تو بہترین گھر حضرت عبداللہؓ کے گھر مبارک کو آمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منتخب فرما لیا گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر بھی بہترین ہے اور اُن کے گھر والے بھی بہترین ہیں۔

پاکبازیِ نسب کے بارے میں ارشاداتِ نبویؐ [1]

۱۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرتِ آدمؑ سے لیکر میرے نسب میں مسلسل نکاح ہے۔

۲۔ ان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے

[1] ماخوذ من خصائص کبریٰ۔

نسب میں جاہلیت کی کوئی شادی نہیں۔ میرے نسب میں سب نکاح اسلامی نکاح ہی کی طرح ہیں۔

۳۔ حضرتِ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے نسب میں سب کے نکاح ہیں اور کوئی بدکاری نہیں۔

۴۔ حضرتِ علیؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرتِ آدمؑ سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے پیدا کرنے تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہیں۔ کہیں بھی جاہلیت کی کوئی بدکاری نہیں۔

۵۔ حضرت محمد بن علی بن حسینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے نسب میں حضرتِ آدمؑ سے لے کر سب کے نکاح ہیں کہیں بھی جاہلیت کی شادی نہیں۔ میرا نسب ہر جگہ پاک ہے۔

۶۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے نسب میں میرے ماں باپ کبھی بھی جاہلی طریقے پر نہیں ملے۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک پیٹھوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل کرتا رہا۔ اس حال میں کہ بالکل پاک اور مہذب رہا۔ جہاں بھی خاندان کی دو شاخیں ہوئیں تو اللہ تعالیٰ مجھے اُن کی بہترین شاخ میں فرما دیتا۔

ف: اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اور اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ "مشرک ناپاک ہیں" اگر آپ کے اجداد میں کوئی مشرک ہوتا تو پھر آپ کا نسب ہر جگہ پاک نہ رہ سکتا تھا۔

یہاں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے کیا خوب صورت بات لکھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نور ہوں اور حضورؐ کی نسل پاک

یا آباء و اجداد نار والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نورانی لوگوں میں ہی رکھا۔

(مراۃ بحوالہ اشعۃ اللمعات)

۷- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی انسانوں کے دو گروہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین گروہ میں بنایا۔ میں اپنے ماں باپ سے پیدا ہوا تو میرے نسب میں جاہلیت کی کوئی برائی نہ تھی۔ حضرتِ آدمؑ سے لے کر میرے ماں باپ تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہوتے، کہیں بھی بدکاری نہیں ہے میں تم میں سب سے بہترین ہوں اور میرے باپ بھی سب سے بہترین ہیں۔

ف: یہاں سے اندازہ کریں علمِ مصطفیٰ کی وسعت کا اور مقامِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت کا۔

۸- حضرتِ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبریل امین نے کہا کہ میں مشرق و مغرب میں گھوما۔ مگر میں نے کوئی شخص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں پایا اور کسی باپ کی اولاد بنی ہاشم سے افضل نہیں پائی۔

۹- حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تخلیقِ آدمؑ سے دو ہزار سال قبل قریش اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور کی شکل میں تھے۔ یہ نور جب تسبیح کرتا تو ملائکہ بھی تسبیح پڑھتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدمؑ کو پیدا فرمایا تو اُس نور کو اُن کی پیٹھ میں ڈال دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرتِ آدمؑ کی پیٹھ میں زمین پر اُتارا۔ پھر مجھے حضرت نوحؑ کی پیٹھ میں منتقل کیا۔ اِس کے بعد مجھے حضرتِ ابراہیمؑ کی پیٹھ میں منتقل فرمایا۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ مجھے مکرم بندوں کی پیٹھوں اور پاکیزہ عورتوں کے ارحام میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے ماں باپ نے مجھے پیدا کیا۔ میرے آباء و اجداد میں کبھی کوئی بدکاری

سے نہیں ملا۔

۱- محدث ابنِ جوزیؒ حضرتِ علیؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں "کہ ایک دن جبرئیل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے اُس پشت پر جس میں آپ رہے اور اُس پیٹ پر جس نے آپ کو اُٹھایا اور اُس گود پر جس نے تجھے کھلایا دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔ (الحاوی للفتاوی، الذکر الحسین)

فضل و شرف کے بارے میں مزید ارشاداتِ نبویؐ[1]

۱- حضرتِ علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اے بنی ہاشم کے لوگو! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر میں کسی جنتی گروہ کو بھیجوں گا تو سب سے پہلے تم ہی کو بھیجوں گا۔"

ف: پھر کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنت میں نہ جائیں۔ جو جنت کا عطائی مالک ہے وہ تو اپنی مرضی سے بنی آدم کو جنت میں داخل فرمائے گا تو اپنے والدین کو کیسے نظر انداز کرے گا جبکہ قرآن پاک بھی اُن کو جنت سے نہ روکتا ہو۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ عرب میں سب سے بہتر مضر ہیں اور مضر میں بہتر عبد مناف ہیں اور بنی عبد مناف سے بنی ہاشم بہتر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب بہتر۔ خدا کی قسم جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا مجھے دو گروہوں میں سے سب سے زیادہ بہتر گروہ میں رکھا۔

۳- حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

[1] ماخوذ من اَبَوی مصطفیٰ

کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اُس میں سے حضرتِ آدمؑ کو پسند فرمایا۔ اولادِ آدمؑ سے اہلِ عرب کو، اہلِ عرب سے مضر کو، مضر سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے پسند فرمایا۔ لہذا میں بہتروں سے بہتروں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

یہ سب احادیث اِس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آبا و اجداد بہترین سے بہترین تھے اور جوں جوں ظہورِ قدسی کا وقت قریب آتا گیا توں توں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین میں زیادہ نفاست آتی گئی۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اپنے حقیقی والدین حضرتِ عبداللہ رضؓ اور حضرتِ آمنہ رضؓ نفیس ترین انسان تھے۔

۴۔ زمین پر ہمیشہ کچھ نیک لوگ موجود رہے

احادیث سے ثابت ہے کہ حضرتِ نوحؑ کے بعد سے یہ زمین کبھی نیک پاک لوگوں سے خالی نہ رہی اور یہ بھی ثابت ہے کہ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آبا و اجداد بہترین مخلوق تھے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ نیک و پاکیزہ لوگ یہی ہوا کرتے تھے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سات ایسے شخصوں کو موجود رکھا جن کی بدولت اہلِ زمین سے اللہ تعالیٰ نے بلاؤں کو دُور رکھا۔ (الحاوی مصطفےٰؐ)

اِس قسم کی بہت احادیث مروی ہیں۔ بعض میں یہ تعداد ۱۲ اور ۱۴ بھی بیان ہوئی ہے۔ جب حضرتِ نوحؑ کے بعد آپ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آبا کو بہترین مان لیا تو پھر حضرتِ آدمؑ تک تو صرف دس قرن باقی رہ جاتے ہیں اور اُن کے بارے میں تو تصریح موجود ہے کہ وہ لوگ سب دیندار، مسلمان اور شرک سے دُور تھے۔

(الحاوی مصطفےٰؐ)

۳۔ بزرگانِ دین کی رائے

۱۔ عظیم عالمِ دین اور امام شافعیؒ کے استاد حضرت سفیان بن عینیہؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرتِ اسماعیلؑ کی اولاد میں کسی نے بتوں کو پُوجا ہے تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سُنا؟

"وَاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" (سورۃ ابراہیم، آیت ۳۵)

"اے میرے اللہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بُتوں کی پُوجا سے بچانا۔"

یہ حضرتِ ابراہیمؑ کی دعا ہے جو آپ نے مکّہ میں مانگی تھی۔ تو بے شک یہ اہلِ مکّہ ابراہیمی خاندان کے لئے خاص ہوگی۔ وہ یقیناً بتوں کی پوجا پاٹ سے بچے ہوں گے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (سورۃ ابراہیم، آیت نمبر ۳۷)

"اے میرے رَب میں نے اپنی بعض اولاد کو غیر آباد وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک بسا دیا ہے۔ اے میرے رَب اِس لئے کہ وہ نماز قائم کریں۔"

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ (سورۃ ابراہیم، آیت نمبر ۴۰)

"اے میرے رَب مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا دے۔"

یہ دونوں دعائیں بھی حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کی ہیں اور صرف حضرتِ اسماعیلؑ کی اولاد کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اگر یہ دعائیں قبول ہوئی ہیں اور یقیناً ہوئی ہیں تو پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آبا و اجداد کو جو اہلِ مکّہ ہیں، عبادت گزار اور توحید پرست ماننا پڑے گا۔

۲۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ دو ضخیم کتابوں "الحاوی الکبیر، اور اعلام النبوۃ" کا نچوڑ اِن الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

"نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آبا و اجداد حضرتِ ابراہیمؑ کے زمانہ سے کعب بن لوی تک سب کے سب دینِ حنیف پر قائم رہے۔ اُن کے فرزند مرہ بن کعب وہ بھی ایسے ہی تھے۔ پیچھے رہ گئے کلاب، قصی، عبد مناف

اور ہاشم ، ان کے اسلام یا ترکِ اسلام کے بارے میں کچھ نقل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔

اِس معاملے میں مجھ ناچیز کی عرض یہ ہے کہ سابقہ حدیثوں کی روشنی میں اِتنا واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کلاب ، قصی ، عبد مناف اور ہاشم سب موحد ہیں اور اہلِ فترت میں سے ہیں۔ اِس لئے یہ بھی نجات یافتہ ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کے حالاتِ زندگی بتلاتے ہیں کہ وہ توحید پرست اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے منتظر تھے۔

۳۔ امام ابوالحسن ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا میں سے کوئی بھی رذیل خصلت اور مقبوح عادت نہیں ہے۔ سب کے سب سردار اور پیشوا ہیں، شریف النسب ہیں کیونکہ مقام ولادت کی طہارت نبوت کی شرائط میں سے ہے۔

ف : سُبحان اللہ ! کتنا معنی خیز اور جامع کلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کی برکت کا یہ عالم تھا کہ اس کو اُٹھانے والے اعلیٰ اخلاق کے مالک، گندی باتوں سے دُور ، معاشرے میں انتہائی ہر دلعزیز، ظاہری و باطنی حُسن سے مالا مال ، خاندانی لحاظ سے سب سے زیادہ شریف اور بہترین ، شرک کی نجاستوں سے پاک اور اکثر پیشوا و سردار تھے اور نبوت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نسب پاک ہو۔ اِس لئے آپ کا نسب مبارک ہر جگہ پاکیزہ ترین رہا۔ الحمدللہ کہ ایسے نبیؐ کی اطاعت نصیب ہوئی۔

۴۔ حافظ شمس الدین ناصر دمشقی جو اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمینؓ تک سب نیک اور ساجد تھے۔

(منقولات از اَبوی مصطفٰےؐ)

ایک ضروری وضاحت

اِس باب کو بند کرنے سے قبل ایک ضروری وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے پڑھ لیا کہ آثار و احادیث اور اکابرین کے اقوال اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرتِ آدمؑ سے لے کر حضرتِ عبداللہؓ تک اور حضرتِ حوّا سے لے کر حضرتِ آمنہؓ تک سب کے سب ایماندار ، نیک اور پاکیزہ تھے اور میں نے خود مقدمہ میں اِس بات پر زور دیا۔ یہاں فوراً میرے دِل میں یہ بات کھٹکی کہ حضرت نوحؑ کی بیوی "واعلہ" کا تو کافرہ ہونا قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔ یہ بات مجھ پر گراں ہوئی یہاں تک کہ میرے دِل میں پُر یقین طریقے سے یہ بات ڈال دی گئی کہ حضرتِ سام اِس بیوی سے نہیں ہوں گے۔ پھر میں نے اِس پر رُوحانی تحقیق کی۔ الحمدللہ مجھے کافی روحانی شہادتیں ملی ہیں کہ حضرتِ سام واعلہ سے نہیں ہیں بلکہ کسی مومنہ بیوی سے ہیں جن کا نام غالباً "عزیمہ" ہے۔ میں اہلِ تحقیق حضرات کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ تاریخ سے ثابت کر دکھائیں کہ حضرتِ سام واعلہ سے نہیں۔ جو یہ کرے گا انشاء اللہ اُسے عظیم اجر ملے گا۔

باب نمبر ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کا مختصر تعارف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ مبارک میں حضرت علامہ طبریؒ کی تحقیقات کے مطابق کُل ۷۹ واسطے ہیں۔ میں نے شجرہ طیبہ اُسی کے مطابق مرتب کیا ہے۔ پہلے ۱۴ واسطوں (حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عابر تک) اور پھر آخری ۲۱ واسطوں (حضرتِ عدنان بن اُدد سے لیکر حضرتِ عبداللہؓ تک) کوئی اختلاف نہیں ہے۔ درمیانی واسطوں میں ماہرینِ انساب میں بہت اختلاف ہے۔ علامہ سیوطیؒ کی رائے میں حضرتِ آدمؑ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ۴۹ واسطے ہیں۔ اللہ و رسولہٗ اَعلَم۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبِ مبارک حضرتِ عدنان تک ہی بیان کرنا چاہیئے۔ میں نے صرف معلومات کے لئے یہ سب نام لکھ دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کمی بیشی معاف فرمائے۔ اِن سب کا مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہے

۱۔ حضرتِ آدم علیہ السلام (۱) ابوالبشر

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دستِ رحمت سے بننے والے، خلافتِ ارضی کا تاج اپنے سر پر سجانے والے اور سب سے پہلے اِس دنیا کو بسانے والے حضرتِ آدمؑ ہیں جو پوری نوعِ انسانیت کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا۔ پھر اپنی روح مبارک اُن میں پھونکی اور تمام انسانوں کی رُوحیں اُن کی پشت میں رکھ دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور

چمک اُن کی پیشانی پر ظاہر ہوئی۔ اِسی نور کی تعظیم کے لئے انہیں فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا۔ پھر اُنہیں جنت میں عارضی طور پر ٹھہرا دیا اور وہیں اُن کی پسلی سے اُن کی بیوی حضرتِ حوّا پیدا فرمائی۔ اُنہیں جنت کی ہر نعمت کھانے کی اجازت دی گئی سِوائے ایک درخت کے پھل کے۔ پھر شیطان کے اکسانے سے انہوں نے وہ درخت کھا لیا جس کی وجہ سے اُن پر عتاب ہوا، جنتی لباس اُتار لیا گیا اور آج سے تقریباً ۷۵۰۰ سال قبل زمین پر اُتار دیا گیا۔ آپ سراندیپ میں اور آپ کی بیوی جدہ میں اتاری گئی۔ پھر ۳۵۰ سال کی آہ وزاری، توبہ استغفار اور دعا و مناجات کے بعد اُن کی توبہ جبلِ عرفات (مکہ) پر قبول فرمائی اور یہیں حضرتِ حوّا سے ملاقات نصیب ہوئی۔

چند ضروری وضاحتیں

۱۔ سیریل نمبر ۵ کے مہلائیل کو محللی ایل بھی لکھا جاتا ہے۔

۲۔ سیریل نمبر ۶ کے یرد کو یارد بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔ سیریل نمبر ۸ کے متوشلخ کو متو شالح بھی کہتے ہیں۔

۴۔ سیریل نمبر ۹ کے لمک کو لامک بھی لکھا جاتا ہے۔

۵۔ سیریل نمبر ۱۱ کے سام کے تین بیٹے تھے۔ عیلام، اشود، ارفخشد۔ ارفخشد کو ارفکشد کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۶۔ سیریل نمبر ۱۴ کے عابر کے دو بیٹے بہت مشہور ہیں۔ ایک بالغ اور دوسرے یقطان اور یقطان کی اولاد سے حضرموت، المواد، شالف اور یارح ہیں۔

۷۔ سیریل نمبر ۱۶ کے ارعوٗ کو رِعوٗ بھی کہتے ہیں۔

۸۔ سیریل نمبر ۱۷ کے ساروح کو سرُوج بھی کہا جاتا ہے۔

۹۔ سیریل نمبر ۱۸ کے تاحور کو ناحور بھی کہتے ہیں۔

۱۰۔ سیریل نمبر ۱۹ کے تارح کے دو بھائی ناحور اور ہاران تھے۔ ناحور بُت پرست اور بُت تراش بن گیا اور آزر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حضرتِ ابراہیمؑ کے ساتھ اُس کے مناظرے ہوتے رہے۔ ہاران کی بیٹی سارہ ہے جس کے ساتھ حضرتِ ابراہیمؑ کی شادی ہوئی اور جس سے حضرتِ اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔ حضرتِ اسحٰقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ ہیں جن کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

یہ ۱۰ محرم جمعہ کا دن تھا۔

قبولیتِ توبہ کے بعد چمنِ ہستی میں خوب بہار آئی۔ آپ کے ہاں کافی اولاد ہوئی جس کا صحیح علم اللہ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سپرد کرتا ہوں۔ البتہ آپ کے تین بیٹے حضرتِ شیث، حضرتِ ہابیل اور قابیل بہت مشہور ہیں۔ آپ ایک ہزار برس کی عمر پاکر وصال فرما گئے۔ آپ کی اولاد اشرف المخلوقات ہے۔ اِن میں ہی رسول تشریف لائے۔ آپ کی اولاد سے سرزمینِ عرب میں مبعوث ہونے والے ۲۵ انبیاء کا شجرہ نقشہ نمبر ا پر ملاحظہ فرمائیں جن کا تذکرہ قرآنِ پاک میں ہے۔
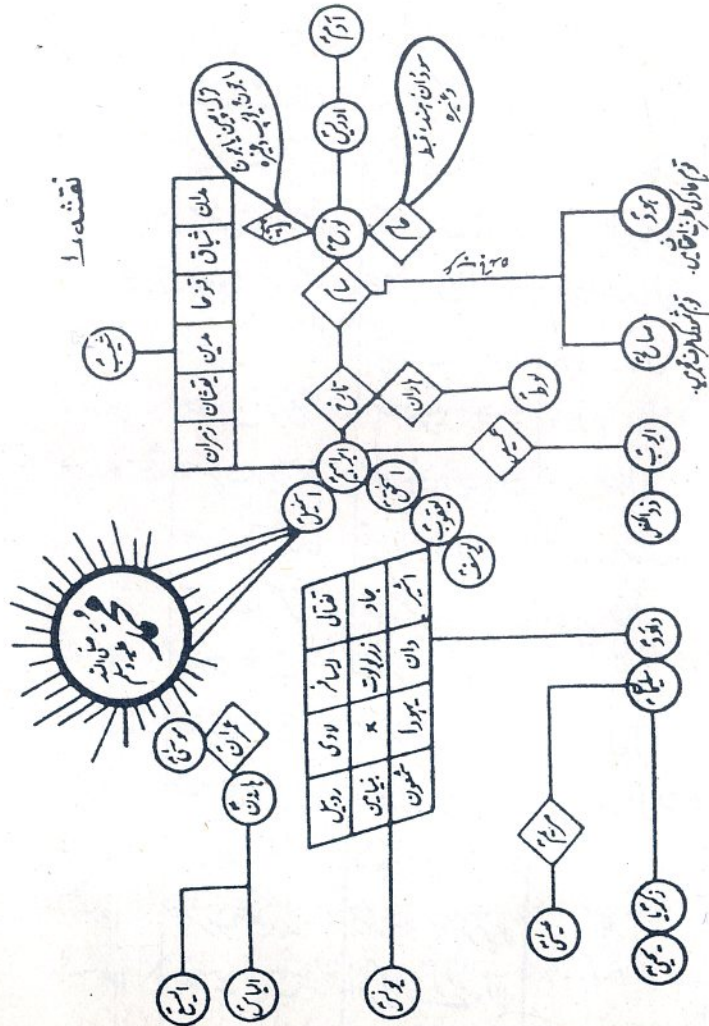
تفصیل

ماخوذ از "الاتقان"، "المنجد" اور سعودی عرب سے شائع شدہ ایک اشتہار

نمبر شمار	نام	معانی	عمر	زمانہ
۱	حضرتِ آدمؑ	مٹی سے بننے والا	۱۰۰۰ سال	تقریباً ۵۶۰۰ ق م
۲	حضرتِ ادریسؑ	درس دینے والا	۲۵ سال بعد زندہ اٹھالئے گئے	؟
۳	حضرتِ ہودؑ	حق کی طرف رجوع کرنیوالا	۱۵۰ سال	۲۵۰۰ ق م تا ۲۳۰۰ ق م
۴	حضرتِ صالحؑ	نیک	۵۸ سال	۲۰۰۰ ق م تا ۱۹۰۰ ق م
۵	حضرتِ نوحؑ	شکر گزار	۱۰۵۰ سال	۳۹۵۰ تا ۲۹۰۰ ق م
۶	حضرت ابراہیمؑ	مہربان باپ	۲۰۰ سال	۱۸۸۶ ق م تا ۱۶۸۶ ق م
۷	حضرت اسمٰعیلؑ	تیز دیکھنے والا	۱۴۰ سال	۱۷۸۱ ق م تا ۱۶۳۸ ق م
۸	حضرتِ اسحٰقؑ	بہت مسکرانیوالا، نرم دل	۱۸۰ سال	۱۷۶۱ ق م تا ۱۵۸۱ ق م
۹	حضرتِ یعقوبؑ	اچھے کاموں کی پیروی کرنیوالا [illegible]	۱۴۷ سال	۱۸۰۰ ق م تا ۱۶۵۳ ق م
۱۰	حضرتِ یوسفؑ	جس پر افسوس کیا جائے	۱۲۰ سال	۱۶۲۰ ق م تا ۱۵۰۰ ق م
۱۱	حضرتِ لوطؑ	۱- جسکی محبت دل میں پیوستہ ہو	۱۷۵ سال تقریباً	۱۸۶۱ تا ۱۶۸۶ ق م
″	″	۲- ہدایت پر اصرار کرے		
۱۲	حضرتِ شعیبؑ	جمع کرنیوالا، دوستی کرنیوالا	؟	۱۵ صدی ق م
۱۳	حضرتِ ایوبؑ	اللہ کی طرف لوٹنے والا		
″	″	۲- بار بار توبہ کرنیوالا	۹۳ سال	۱۵-۱۶ صدی ق م
۱۴	حضرتِ ذوالکفلؑ	۱- دُگنے اجر والا		″
	″	۲- میدانِ جنگ تک آخر تک رہنے والا	۷۵ سال	

نمبر شمار	نام	معانی	عمر	زمانہ
۱۵	حضرتِ داؤدؑ	بہت زیادہ محبت کرنیوالا	۱۰۰ سال	۱۰۴۳ تا ۹۴۳ ق م
۱۶	حضرتِ سلیمانؑ	سلامتی والا	۵۳ سال	۹۸۵ تا ۹۳۲ ق م
۱۷	حضرتِ ہارونؑ	ہر دلعزیز و محبوب	۱۲۲ سال	۱۴۳۹ ق م تا ۱۳۱۷ ق م
۱۸	حضرتِ موسیٰؑ	درخت اور پانی کے		
″	″	درمیان ڈالا جانیوالا۔	۱۲۰ سال	۱۴۳۶ تا ۱۳۱۶ ق م
۱۹	حضرتِ الیاسؑ	(گمراہی سے) مایوسی اور ناامیدی	؟	۹ ویں صدی ق م
۲۰	حضرت الیسعؑ	وسعت والا	؟	″
۲۱	حضرتِ یونسؑ	جسکے ساتھ اُنس رکھا جائے	؟	آٹھویں صدی ق م
۲۲	حضرتِ زکریاؑ	بھرا ہوا ذکر و عبادات کے ساتھ	۱۲۰ سال	۱۰۰ ق م تا ۲۰ ء
۲۳	حضرتِ یحییٰؑ	حیات والے	۳۰ سال	۱ ء تا ۳۰ ء
۲۴	حضرتِ عیسیٰؑ	۱- عبرانی نام۔ ۲- اگر عربی کے مادوں پر غور کیا جائے تو "شب کو چکر لگانیوالا" مراد لیا جاسکتا ہے	۳۳ سال کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے	۱ ء تا ۳۳ ء
۲۵	حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	بہت زیادہ تعریفوں والا	۶۳ سال	۵۷۰ ء تا ۶۳۳ ء

۲۔ حضرتِ شیثؑ (۲)

یہ حضرتِ آدمؑ کے تیسرے بیٹے ہیں۔ سب سے زیادہ خوب صورت، سب سے زیادہ عالم اور عبادت گزار تھے۔ یہی بعد میں علومِ نبوت کے وارث ہوئے۔ ان کی امتیازی شان یہ ہے کہ حضرتِ حوّا بچوں کا جوڑا جوڑا جنتی تھیں لیکن آپ اکیلے پیدا ہوئے۔ اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نور کی کرامت تھی جو اُن کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ پھر یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم آپ کی اولاد میں منتقل ہوتا ہوا حضرتِ عبداللہؓ تک پہنچا۔ میں نے تفسیر روح البیان میں یہ بھی پڑھا ہے کہ آپ کے حمل کے دوران آپ کی عظمت و کرامت کی وجہ سے حضرتِ آدم علیہ السلام حضرتِ حوّا سے صحبت نہ فرماتے تھے۔

۳۔ حضرتِ اِدریسؑ (۷)

آپ کا اصلی نام اخنوخ یا اخنوع ہے۔ موجودہ توُرات میں حنوک لکھا ہے۔ آپ پر ۳۰ صحیفے نازل ہوئے جن کا کثرت سے آپ درس دیتے تھے۔ اِس لئے آپ کا نام اِدریسؑ ہوُا۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھنا سیکھا، کپڑے سیے اور پہنے۔ ان سے پہلے لوگ کھالیں

پہنا کرتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے بنانیوالے، علم نجوم اور حساب میں نظر فرمانے والے آپ ہی ہیں۔

ف: اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ذات ارتقاءِ انسانیت میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی ذات انسانی ترقی میں انقلابی تبدیلیاں لانے والی ہے اور یہ سب علم و ہنر آپ نے اللہ تعالیٰ کے سکھائے سے سیکھ کر جاری کئے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ سائنس دانوں کے یہ فلسفے کہ انسان صدیوں تک جنگلوں میں ننگ دھڑنگ رہا کرتا تھا اور پھر بڑی ٹامک ٹوئیاں مار کر آخر ترقی یافتہ بنا، بالکل غلط ہیں۔ بلکہ جس رب نے انسان کو پیدا کیا اُس نے خود ہی اُس کی ترقی کی راہیں کھولیں۔ اپنے انبیاء بھیجے اور اُنہیں وہ کچھ سکھا دیا جو پہلے نہیں جانتے تھے۔ اور مہذب انسان کبھی ننگ دھڑنگ نہیں رہا۔ اِس کا واضح ثبوت قرآنِ پاک میں ہے کہ جب جنت میں ممنوعہ پھل کھانے کی وجہ سے حضرتِ آدمؑ اور حوّا کا جنتی لباس اتر گیا اور وہ ننگے ہو گئے تو وہ فوراً (انجیر کے) پتے توڑ توڑ کر اپنے جسم پر چپکانے لگے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔

آپ کی زندگی کا دلچسپ واقعہ (آسمان پر اُٹھایا جانا)

جب آپ کی عمر ۳۵۰ سال ہو چکی تو آپ نے ایک دن ملک الموت سے فرمایا "میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں مجھے روح قبض کر کے دکھاؤ"۔ حضرتِ عزرائیلؑ نے روح قبض کر کے پھر لوٹا دی تو آپ زندہ ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا "مجھے جہنم دکھاؤ تاکہ میں خوفِ الٰہی زیادہ کروں" چنانچہ وہ آپ کو جہنم کے دروازے پر لے گئے۔ آپ نے داروغۂ جہنم سے فرمایا "میں اِس سے گزرنا چاہتا ہوں" انہوں نے اجازت دے دی اور آپ گزرے۔ پھر آپ نے فرمایا "مجھے جنت دکھا دو" آپ کو دروازۂ جنت پر لے جایا گیا۔ آپ نے فرمایا "دروازہ

کھولو" دروازہ کھولا گیا تو آپ نے جنت کی سیر کی اور وہیں ٹھہر گئے۔ عزرائیلؑ نے عرض کیا حضور آؤ واپس چلیں۔ آپ نے فرمایا "میں نہیں جاؤں گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ " (ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)۔ وہ میں چکھ چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا " وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا " (تم میں سے ہر شخص دوزخ سے گزرنے والا ہے) تو میں وہاں سے گزر چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ " وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ " (اہلِ جنت کو جنت سے نکالا نہ جائے گا)۔ تو اب مجھے جنت سے نکلنے کے بارے میں کیوں کہتے ہو۔"

یہ جواب سن کر حضرتِ عزرائیلؑ سوچ میں پڑ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عزرائیلؑ کو وحی فرمائی کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ میرے اذن سے کیا۔ انہیں چھوڑ دو کہ یہ جنت میں رہیں۔ پس آپ زندہ ہیں اور جنت میں ہیں۔ شبِ معراج کو ہمارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو چہارم آسمان پر ملے تھے۔ (خزائن العرفان)

دو نبی ایسے ہیں جنہیں زندہ آسمانوں پر اُٹھایا گیا ہے۔ پہلے حضرتِ ادریسؑ ہیں اور دوسرے حضرتِ عیسیٰؑ۔ الغرض حضرتِ ادریسؑ بہت عظیم المرتبت شخصیت گزری ہیں آپ کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نورِ مبارک آپ کے بیٹے متوشلخ میں منتقل ہوا۔ جن کی اولاد میں حضرتِ نوح علیہ السلام ہیں۔

۴۔ حضرتِ نوحؑ (۱۰)

آپ پہلے رسول ہیں تقریباً ۴۰ سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا۔ آپ علاقہ شام و عراق میں مبعوث ہوئے۔ ۹۵۰ سال تبلیغ فرمائی اور صرف ۷۲ مسلمان ہوئے جو اُن کے ساتھ طوفان کے دوران کشتی میں ۱۰ رجب کو سوار ہوئے۔ آپ کے زمانے میں آنے والا طوفان سیلاب کی صورت میں تھا۔ زمین سے اور آسمان سے ۴۰ دن تک پانی برستا رہا تھا۔ یہ پانی اتنا چڑھ گیا کہ آپ

کی کشتی چھ ماہ بعد جودی[ل] پہاڑ پر لگی۔ اس کے بعد آپ ۶۰ برس تک زندہ رہے اس طرح آپ کی کُل عمر ۱۰۵۰ سال بنتی ہے جو انسانی تاریخ میں ایک ریکارڈ ہے۔

آپ کے چار بیٹے سام، حام، یافث اور کنعان تھے۔ ان میں کنعان کافروں کے ساتھ رہا اور غرق ہو گیا جبکہ باقی نسلِ انسانی آپ کے ان تینوں بیٹوں سے ہی چلی۔ سام سے عرب، حام سے ہند اور مضافاتِ ہند اور یافث سے یورپی قومیں پیدا ہوئیں آپ کے بیٹوں میں شاندار حضرتِ سام ہیں جن کی اولاد میں نبوت رکھی گئی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نورِ مبارک بھی ان ہی کو ودیعت ہوا۔ آپ کی اولاد نقشہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ل غالباً شام میں کوئی پہاڑ ہے۔
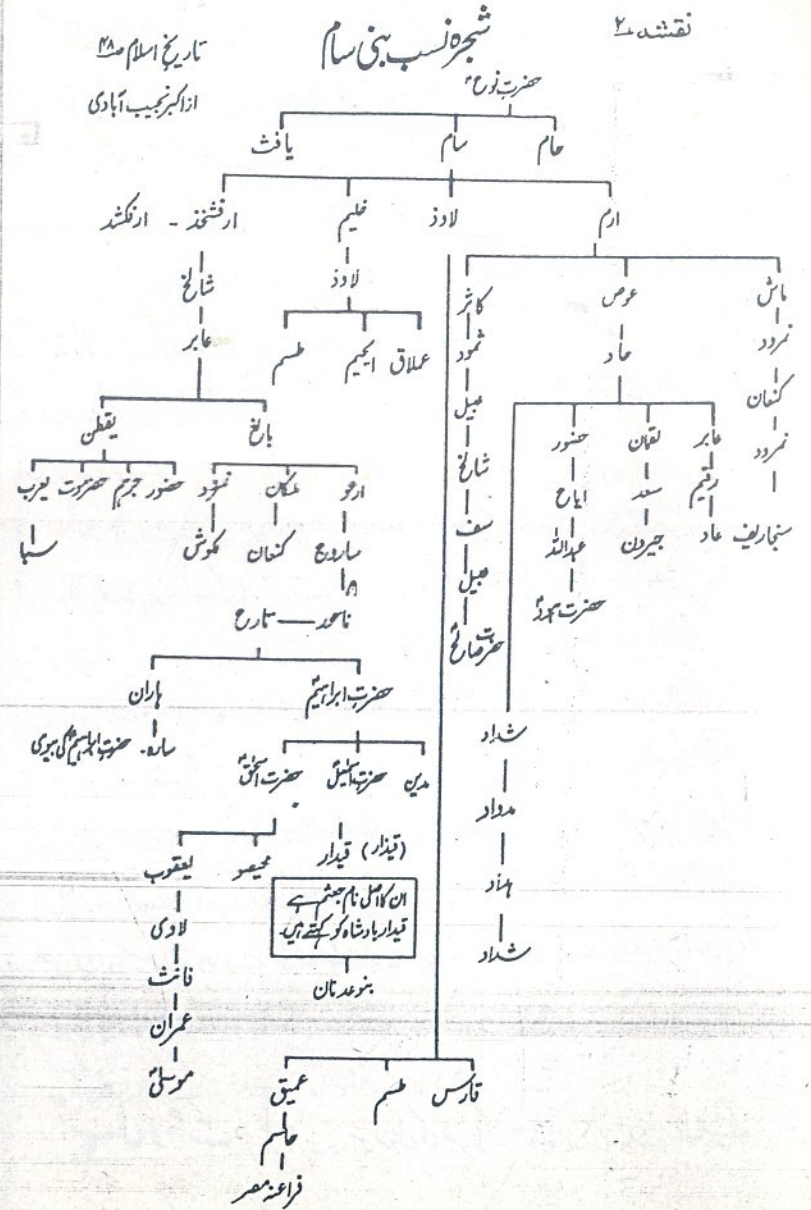
۵۔ بالغ (۱۵)

آپؑ کا نام بالغ ہے جس کا سریانی مطلب ہے "تقسیم کرنے والا"۔ یہ اِس لیے ہوا کہ آپ نے زمینوں کو اولادِ آدم میں تقسیم کیا۔ اِن کا دوسرا نام فالج بھی ہے۔

۶۔ حضرت ابراہیمؑ (۲۰)

آپ کے والد کا نام تارخ ہے۔ آپ کے دو چچا تھے۔ ایک آزر اور ایک ہاران۔ آزر اپنی بُت تراشی کی وجہ سے مشہور تھا۔ آپ کی پیدائش سے قبل نمرود کو یہ اطلاع دی گئی تھی کہ ایک بچہ پیدا ہو گا جس سے تمہاری ہلاکت ہوگی۔ پس اُس نے بھی کافی بچے مروائے۔ لیکن آپ کو ایک غار میں پالا گیا۔ جب کچھ ہوش سنبھالا تو ایک دن ستارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے۔ پھر چاند کو دیکھ کر یہی کہا اور پھر سورج کو بہت روشن عظیم سمجھ کر اُسے رب کہا۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا میں ڈوبنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہی رب العالمین ہے۔ یہ آپ کی گفتگو اصل میں اپنی قوم کی ستارہ پرستی، مہتاب پرستی اور آفتاب پرستی کو جھٹلانے کے لئے تھی کہ یہ آنے والے اور جانے والے، روشنی دے کر ڈوب جانے والے، کسی کے حکم کے پابند رب نہیں ہو سکتے۔ تفصیلی واقعہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے۔

آپ کے عظیم امتحانات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت آزمایا۔ جب آپ نے بُت خانے میں جا کر بُت توڑ دیئے تو آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ لیکن اِس نازک مرحلے پر آپ نے حضرت جبریلِ امینؑ جیسی مقرب شخصیت کی مدد کو بھی ٹھکرا دیا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ پس آپ پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو گئی۔ اِس آتش کدے کا گلشن میں تبدیل ہو جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت سے تھا۔

۲۔ آپ کے ہاں تقریباً سَو سال کی عمر میں حضرت ہاجرہ سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے

جو اُنہیں بہت عزیز تھے۔ لیکن اُنہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے شام سے لاکر مکہ معظمہ میں آباد کیا جب یہاں پانی تھا نہ خوراک۔ اِس امتحان میں بھی آپ کامیاب رہے۔

۳- جب حضرتِ اسمٰعیلؑ تھوڑے بڑے ہو گئے تو اُنہیں ذبح کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ آپ نے بِلا چُون و چرا اِس حکم کی تعمیل کی اور اپنے بیٹے کی گردن پر چُھری رکھ دی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرتِ اسمٰعیلؑ کو بچا لیا اور اُن کی جگہ مینڈھا ذبح کرا دیا اور اِس قربانی کی یاد قیامت تک باقی رکھ دی۔ تفصیلی واقعہ قرآنِ پاک کی سورۃ وَالصّٰٓفّٰتِ میں مذکور ہے۔

آپ کی زندگی کے اہم واقعات

۱- ایک مرتبہ آپ شام سے عراق جا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی زوجہ محترمہ سارہ تھیں جو آپ کی چچازاد بہن تھیں۔ راستہ میں جب آپ مصر پہنچے تو وہاں کے بادشاہ صادق ابنِ صادون کو خبر دی گئی کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کی بیوی دنیا کی حسین ترین عورت ہے۔ بادشاہ نے آپ کو بُلا لیا اور سارہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ میری بہن ہے۔ (بادشاہ کا دستور یہ تھا کہ اگر عورت کا بھائی ساتھ ہوتا تو وہ اُسے کچھ نہ کہتا۔ اگر خاوند ہوتا تو اُس سے طلاق لے کر اپنے حرم میں داخل کر لیتا۔) لیکن بادشاہ نے پھر بھی حضرتِ سارہ کو بُلا لیا تو آپ نے حضرت سارہ کو فرمایا کہ تم جب اُس کے پاس جاؤ تو کہنا کہ تم میری بہن ہو۔ کیونکہ رُوئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ جب آپ گئیں تو حضرتِ ابراہیمؑ نماز پڑھنے لگ گئے۔ وہاں اُس بدنیت نے دست درازی کرنا چاہی تو وہ سخت تکلیف میں پکڑا گیا اور اُس کے پاؤں زمین میں گڑنے لگے۔ اُس نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے جب دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اُس نے دست درازی کرنا چاہی تو پھر پکڑا گیا۔ بلکہ پہلے سے زیادہ سخت۔ اب پھر اُس نے حضرتِ سارہ سے گزارش کی کہ وہ اُس کی خلاصی کے لئے دعا کریں میں آپ کو کچھ نہیں کہوں گا۔ جب آپ کی دعا سے وہ پھر آزاد

ہو گیا تو پھر اُس نے دست درازی کرنا چاہی۔ اب وہ سخت پکڑ میں پکڑا گیا اور حضرتِ سارہ سے کہنے لگا کہ میں تمہیں کچھ نقصان نہیں دوں گا میرے لئے دعا کریں۔ آپ نے پھر دعا کی تو وہ خلاصی پا گیا۔ پھر اُس نے اپنے بعض دربانوں کو بُلایا اور کہا کہ تم میرے پاس انسان نہیں لائے بلکہ جِن لائے ہو۔ پھر حضرتِ سارہ کو خدمت کے لئے اُس نے ہاجرہ دے دی۔ یہ اُس کے پاس قید تھیں کیونکہ اِن پر بھی وہ قابو نہیں پا سکا تھا۔ پس یہ ہاجرہ حضرتِ ابراہیمؑ کے نکاح میں آئیں اور اِن سے حضرتِ اسماعیلؑ پیدا ہوئے (مراۃ)

۲- آپ کی زندگی کا دوسرا اہم واقعہ کعبہ شریف کی تعمیر ہے جو قیامت تک آپ کی یادگار رہے گی۔ یہ عمارت آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے بیٹے حضرتِ اسمٰعیلؑ کی مدد سے تعمیر کی اور اِس گھر کے حج کرنے کا آپ نے ہی اعلان کیا۔ تفصیلی واقعہ قرآنِ پاک میں موجود ہے۔

۳- کعبہ شریف کے پاس مقامِ ابراہیمؑ ہے۔ اِس کے اندر آپ کے قدم مبارک کے نشان والا پتھر ہے جو آپ کی یادگار ہے اور اِسی کے قریب نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صفا و مَروَہ جو شعائر اللہ میں شامل ہیں۔ آپ کی بیوی حضرت ہاجرہ کے دَوڑنے کی یادگار ہیں طواف اور اعتکاف آپ کی یادگار ہیں۔ الغرض قیامت تک آپ کی یادیں تازہ رہیں گی۔

۴- حدیث پاک میں آیا ہے کہ آپ نے اپنا ختنہ خود ۸۰ سال کی عمر میں کیا۔ (مشکوٰۃ)

۵- نمرود جو پوری دنیا کا حکمران تھا اُس کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہوا جو قرآنِ پاک میں مذکور ہے۔ آپ کی ہی دعا سے نمرود پر مچھر مسلط ہوا جو اُس کے دماغ میں گھس گیا اور جس کی وجہ سے نمرود کے سر پر جُوتے مارے جاتے تھے اور ان ہی جُوتوں سے وہ ہلاک ہو گیا۔

آپ کی وفات

آپ دو سَو سال کی عمر پا کر ۱۶۸۶ ق م میں وصال فرما گئے۔

آپ کا مزار کہیں شام میں ہی ہے۔

آپ کی صورت وسیرت

آپ کی شکل وصورت ہمارے نبی پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتی جلتی تھی۔ سب سے پہلے بڑھاپا آپ پر ہی آیا ہے۔ آپ اللہ کے دوست تھے۔ آپ کا نام ابراہیم تھا جس کا مطلب ہے مہربان باپ۔ آپ اعلیٰ اخلاق سے آراستہ تھے اور سچے موحد تھے۔ اُن ہی کا مذہب دینِ اسلام ہے جو اب انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ختنہ، داڑھی، مونچھوں کو پست کرنا، خوشبو لگانا نکاح کرنا، مسواک کرنا، پورے دھونا، زیرِ ناف بال لینا، بغل منڈانا وغیرہ آپ ہی کی سنت ہیں۔

۷۔ حضرتِ اسمٰعیلؑ (۲۱)

حضرتِ اسمٰعیلؑ حضرتِ ابراہیمؑ کے چھوٹے فرزند ہیں جو حضرتِ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ ہی ذبیح ہیں۔ آپ کے نام کا مطلب ہے "تیز دیکھنے والا"۔ اِن ماں اور بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ شریف کے پاس آباد کیا گیا۔ خوراک اور پانی وافر مقدار میں نہیں تھا۔ اِس لئے بہت جلد یہ دونوں بھوک اور پیاس کا شکار ہو گئے اور حضرتِ اسماعیلؑ کی پیاس کی شدت کے پیشِ نظر حضرتِ ہاجرہ صفا و مروہ پر سات مرتبہ دوڑیں تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شعائر اللہ میں سے کر دیا اور اُن کا دوڑنا قیامت تک حج کے ارکان میں شامل کر دیا۔ اُدھر آپ کی ایڑی مبارک سے چشمۂ زمزم جاری کر دیا جو آج تک امتِ مسلمہ کے لئے باعثِ برکت و شفا ہے۔ اِسی پانی کی بنا پر آپ کے پاس بنو قحطان کا ایک قبیلہ "جرہم" آباد ہوا۔ اُن ہی سے آپ نے عربی سیکھی۔ عربوں میں بنو قحطان ہی عربی زبان کے جاری کرنے والے ہیں جو قرآنِ پاک کی زبان بننے کے شرف سے نوازی گئی۔

آپ کی شادی

حضرتِ اسمٰعیلؑ ابھی پندرہ برس کے تھے کہ حضرتِ ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے عمارہ بنتِ سعید عمالقی سے شادی کر لی۔ پھر حضرتِ ابراہیمؑ کے فرمان پر اُسے طلاق دے کر قبیلہ جرہم میں سیدہ بنتِ مضاض سے نکاح کیا۔ اس سے آپ کے بارہ بیٹے ہوئے جو تمام حجاز میں پھیل گئے۔ ان سب میں سے جشم (قیذار۔ صاحبِ مُلک) نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چُن لئے گئے۔ ان ہی سے عدنان پیدا ہوئے جو بہت مشہور ہیں۔ ان کے پوتے نزار بن معد سے تمام عدنانی قبائل پھیلے جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

حضرتِ اسمٰعیلؑ کی اولاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی یا رسول نہیں ہوا جبکہ آپ کے دوسرے بھائی حضرتِ اسحٰقؑ کے بیٹے حضرتِ یعقوبؑ سے انبیاءؑ کا ایک طویل سلسلہ جاری ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرتِ اسمٰعیلؑ کی پشت مبارک میں آفتابِ رسالت تھا تو وہاں ستارے کیسے نظر آ سکتے تھے۔ لیکن کعبہ شریف کی پاسبانی ہمیشہ آپ کی اولاد میں رہی۔

آپ کی وفات

آپ ۱۳۷ یا ۱۴۰ سال کی عمر پا کر تقریباً ۱۶۳۸ ق م میں وصال فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

۸۔ حضرت جشم (۲۲)

یہ حضرتِ اسمٰعیلؑ کے بیٹے ہیں۔ ان کے باقی تین نام عرام، بنیت اور قیذار ہیں۔ قیذار کے معنی ہیں صاحبِ مُلک۔ اولادِ اسماعیلؑ میں پہلے فرمانروا یہی ہوئے ہیں۔

۹۔ صیقا (۲۳)

یہ حضرتِ اسمٰعیلؑ کے پوتے ہیں۔ ان کو سمر اور

صفی بھی کہتے ہیں۔ عربوں میں مشہور ہے کہ رُوئے زمین پر اگر کوئی بہترین بادشاہ گزرا ہے تو وہ صفی بن بنیت ہے۔ اس کے متعلق امیہ بن ابی الصلت کے یہ شعر بھی ہیں:

ان الصفی بن بنیّت ممیّکاً
اعلیٰ واجود من ھرقل وقیصرا

ترجمہ: بے شک صفی بن بنیت ہرقل اور قیصر سے زیادہ اعلیٰ اور سخی تھا۔

۱۰۔ سمی (۲۵)

آپ کو سما اور مجبشر بھی کہتے ہیں۔ انتہائی عادل بہترین منتظم اور باتدبیر بادشاہ تھے۔ بہت وعدہ وفا کرنے والے تھے۔

۱۱۔ ثامار (۲۶)

انہیں دوس العتق بھی کہتے ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے حسین ترین شخص مانے گئے ہیں۔ اسی سے عرب یہ مثل بولتے ہیں "اعتق من دوس": اس کی وجہ ان کا حُسن، شرافت اور بابرکت قدم تھا۔ ان کے عہدِ حکومت میں جرہم بن فالج اور قطورا ہلاک ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے حرم میں فسق وفجور اور فتنہ فساد برپا کر دیا۔ دوس نے ان کو قتل کر دیا جو اُن میں بچے تھے اُن کے آثار ختم ہو گئے۔

۱۲۔ سداعی (۳۹)

یہ اُپنے زمانے کے بہت مشہور بادشاہ گزرے ہیں۔ آپ نے عرب کے ہر شہر میں سرکاری مہمان خانہ قائم کیا تھا تاکہ رعایا سیر ہو کر کھانا کھا سکے۔ آپ کے نام کا مطلب ہے مہمان نواز، کھلانے والا۔

۱۳۔ عاقاری (۴۰)

یہی عاقر ہیں۔ انہوں نے اپنے ملک میں ہر خوفزدہ

کو پناہ دی اور ہر مسافر کو گھر پہنچایا اور ہر بدحال کو خوشحال کیا۔

۱۴۔ بورا (۵۲)

ان کو بور بھی کہتے ہیں۔ عربوں میں خاندان کی بنیاد ڈالنے والا یہی شخص تھا۔ ان کے بیٹے عوض ہیں جو ثعلبہ بھی کہلاتے ہیں۔ ان کا زمانہ حضرت سلیمانؑ کے بہت قریب ہے۔

۱۵۔ سلامان (۵۵)

ان کا نام منجر بھی ہے اور وہ اِس وجہ سے کہ وہ عربوں کو نجیرہ کھلاتے تھے اور ان کے زمانے میں سخت قحط پڑا لیکن پھر بھی ان کے حسنِ تدبیر سے لوگ موت سے بچ گئے

۱۶۔ حضرت عدنان (۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور عظمت وکرامت کے پیکر اور عرب قبائل کے جدِ اَمجد حضرت عدنان ہیں۔ جب بخت نصر نے عربوں پر حملہ کیا تو حضرت آرمیاؑ نے اُسے متنبہ کیا کہ عدنان پر حملہ نہ کرنا کیونکہ ان کی اولاد سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔

آپ کی بیوی کا نام مہدہ بنت اللھم ہے جو حضرتِ ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھیں۔ آپ کی اولاد میں ۳۰ افراد تھے جن میں حضرتِ معد سب سے بڑے فرزند تھے بنو عدنان کی تفصیل کے لئے نقشہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۔ حضرتِ مَعَد (۶۰)

حضرتِ عدنان کے بعد نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت حضرتِ معد کو عطا ہوئی۔ آپ کا چہرہ اس نور کی برکت سے تروتازہ رہتا تھا۔ اس لئے آپ کا نام معد تھا۔ آپ کے دو مشہور بھائی عک اور دیت ہیں۔ ان کے

علاوہ عدن اور ابین کے نام بھی ملتے ہیں جو شہروں کو آباد کرنے والے تھے۔ ضحاک اور العی بھی آپ کے بھائیوں میں شمار ہیں۔

جب بخت نصر نے عربوں پر دوسرا حملہ کیا تو ارمیاؑ نے معد کو اپنے ساتھ سوار کر لیا اور لڑائی کے بعد انہیں مکہ واپس بھیج دیا۔ اس پر علامہ طبریؒ نے ارمیاؑ کی طرف وحی کے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کئے ہیں :-

" اللہ تعالیٰ نے ارمیاؑ کو حکم دیا کہ وہ معد بن عدنان کو اپنے ساتھ براق پر سوار کرے تاکہ اسے کوئی گزند نہ پہنچے۔ پس میں اس کی پشت سے ایک کریم نبی پیدا کروں گا اور اس سے رسولوں کا سلسلہ ختم کر دوں گا!

پس حضرتِ ارمیاؑ نے تعمیل کی اور معد کو اپنے ساتھ سوار کیا۔

آپ کی اولاد ۱۹ افراد پر مشتمل ہے لیکن آپ کے بیٹے نزار نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت سے بہرہ ور فرما دیئے گئے۔ آپ کی زوجہ کا نام معانتہ بنت جوشم تھا۔
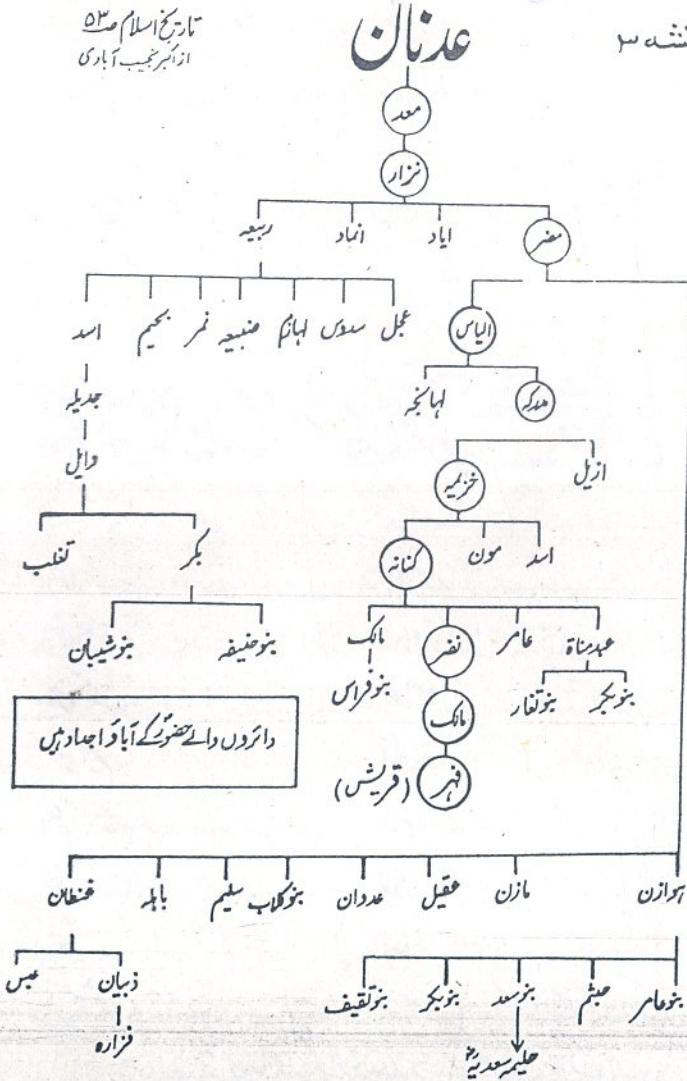
بنو عدنان کے سرزمینِ عرب میں مساکن

۱- بنی بکر - بحرین

۲- بنی حنیفہ - یمامہ

۳ بنی تغلب - سواحلِ فرات

۴- بنی تمیم - الجزیرہ

۵- بنو سلیم - مدینہ کے گرد و نواح

۶- بنی ثقیف - طائف

۷- بنی کنانہ - تہامہ

۸- قریش - مکہ معظمہ اور اُس کے گرد و نواح۔

ان آٹھ بڑی شاخوں کو جوڑنے والے قصی بن کلاب ہیں۔

۱۸- حضرتِ نزار (۶۱) آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کے والدِ ماجد نے اُن کی آنکھوں کے درمیان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دیکھا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور اِس خوشی میں احباب کی دعوت کی اور اُن کو کھانا کھلا کر فرمایا کہ اِس بچے کی پیدائش کی خوشی میں جو کچھ میں نے کیا وہ بہت کم ہے۔ اسی لئے آپ کا نام "نزار" رکھا گیا جس کا مطلب ہے "کم"۔ آپ کی زوجہ سودہ بنت عک ہے جن سے حضرت مُضر پیدا ہوئے۔ آپ بے حد معزز اور باوقار تھے۔ آپ کو کبیر العرب کہا جاتا تھا۔

۱۹- حضرتِ مُضر (۶۲) آپ کے والد حضرتِ نزار کا جب آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے چار بیٹوں مُضر، ایاد، ربیعہ اور انمار کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ یہ سرخ چمڑے کا خیمہ اور اِس طرح کا دوسرا مال مضر کا ہے۔ یہ میرا سیاہ شامیانہ اور اِس رنگ کا میرا مال ربیعہ کا ہے اور یہ خادم اور اُس کے مشابہ جو میرا مال ہے

وہ ایاد کا ہے یعنی بھورے رنگ کا۔ چنانچہ ایاد کے حصہ میں ابلق جانور اور بھیڑ بکریاں آئیں۔ اور پھر یہ درہم کی تھیلی اور ایوان انمار کا ہے۔ اگر تم میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو افعی الجرہمی کے پاس جانا وہ تم میں تصفیہ کر دے گا۔

اِن بھائیوں اور ایک گمشدہ اُونٹ کا دلچسپ واقعہ

یہ چاروں بھائی اپنے کسی تصفیے کے لئے جرہمی کے پاس جا رہے تھے کہ راستے میں مضر نے خشک گھاس چری ہوئی دیکھی۔ اسے دیکھ کر وہ کہنے لگے یہ اُونٹ کا نامحسوس ہوتا ہے۔ ربیعہ نے کہا وہ بھینگا ہے۔ ایاد نے کہا اس کی دُم نہیں، انمار نے کہا وہ بھگوڑا ہے۔ یہ اُن کی محض گپ شپ تھی۔ آگے انہیں ایک شخص ملا جو اُونٹ کو تلاش کرتا پھرتا تھا۔ اُس نے ان بھائیوں سے پوچھا کہ آپ نے اونٹ دیکھا ہے؟ مضر نے کہا وہ کانا ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ ربیعہ نے کہا بھینگا ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ ایاد نے کہا اُس کی دُم بھی نہیں؟ اُس نے کہا ہاں۔ انمار نے کہا وہ بھگوڑا ہے؟ اُس نے کہا جی ہاں۔ پھر کہا قسم ہے کہ سب باتیں میرے اونٹ میں موجود ہیں بتاؤ وہ کہاں ہے؟ ان بھائیوں نے کہا خدا کی قسم ہم نے تو دیکھا بھی نہیں۔ وہ کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ نے اونٹ کا سارا پتہ بتا دیا ہے اور دیکھا بھی نہیں۔ وہ ان کے پیچھے ہو لیا اور افعی جرہمی کے ہاں پہنچ گیا۔ یہاں اُس نے چلّانا شروع کر دیا کہ ان لوگوں نے میرا اونٹ لے لیا ہے۔ یہ سارا پتہ بتاتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا بھی نہیں۔ جرہمی نے ان بھائیوں سے پوچھا کہ اگر تم نے اونٹ نہیں دیکھا تو پھر اُس کی صفت کیسے بیان کی۔ مضر نے کہا کہ اُس نے گھاس کو ایک طرف سے چرا تھا اور دوسری سمت چھوڑتا چلا گیا۔ میں نے اندازہ کیا کہ وہ کانا ہوگا۔ ربیعہ نے کہا کہ اُس کے اگلے پاؤں میں ایک کا نشان قدم پورا پڑا ہے، دوسرے کا ناقص۔ اِس سے میں نے قیاس کیا کہ وہ بھینگا ہونے کی

وجہ سے ایک پاؤں پر دباؤ دے کر چلتا ہے۔ ایاد نے کہا کہ اس کی مینگنیاں ایک جگہ پڑی تھیں۔ میں نے قیاس کیا کہ اس کی دُم نہیں ہوگی۔ اگر دُم ہوتی تو مینگنیاں بکھر جاتیں۔ انمار نے کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ وہ صرف گھنی جھاڑی میں چرتا تھا اور جلد ہی وہاں سے گزر کر ایسے مقام پر چلا جاتا تھا جہاں کا چارہ نرم اور کمزور ہو، میں نے قیاس کیا کہ وہ ضرور اپنے مالک کو چھوڑ کر بھاگا ہے۔

یہ گفتگو سُن کر جرہمی نے اونٹ والے سے کہا کہ اِنہوں نے تیرا اُونٹ نہیں لیا جا کر کہیں تلاش کر۔ لیکن وہ اُن کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا۔

اِن بھائیوں کے لئے جرہمی کی دعوت

جرہمی نے ان کے لئے کھانا منگایا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور شراب پی۔ مضر نے کہا اِس سے بہتر شراب میں نے کبھی نہیں پی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اِس کے انگور قبر پر پھلے تھے۔ ربیعہ نے کہا کہ گوشت بھی بہتر تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ذبیحہ نے کتیا کا دودھ پیا ہے۔ ایاد نے کہا ہمارے میزبان سے زیادہ فیاض آدمی میری نظر سے نہیں گزرا مگر یہ اس باپ کا بیٹا نہیں جس کی اولاد ہونے کا یہ مدعی ہے۔ انمار نے کہا آج سے پہلے میں نے اپنی ضرورت کے لئے اس سے زیادہ نفع بخش گفتگو نہیں سُنی۔

جرہمی یہ باتیں سُن کر حیران رہ گیا اور اُس نے اپنی ماں سے اپنا نسب پوچھا۔ اس نے کہا بے شک میں ایک بادشاہ کی بیوی تھی اور میرے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی پس میں نے اپنے ایک مہمان کو موقع دیا اور حاملہ ہو گئی۔ پھر اُس نے داروغہ سے پوچھا کہ شراب کے لئے انگور کہاں سے لئے۔ اس نے کہا آپ کے والد کی قبر سے۔ اب اُس نے چرواہے سے پوچھا کہ بتاؤ گوشت کی حقیقت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ ایک ایسی بکری کا ہے جس نے کتیا کا دودھ پیا ہے۔

اب جرہمی نے مضر سے پوچھا کہ تو نے انگور کا قبر سے اُتارا جانا کیسے شناخت کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کے پینے کے بعد سخت پیاس محسوس ہوئی۔ ربیعہ سے پوچھا کہ تم نے گوشت کو کیسے پہچانا تو اُس نے بھی کوئی معقول توجیہہ کر دی۔ اب اُس نے کہا اچھا بتاؤ کہ میرے پاس کیسے آئے ہو۔ انہوں نے اپنا سارا واقعہ سنایا تو جرہمی نے ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جس سے وہ راضی ہو گئے۔

حُدٰی (اُونٹوں کو گا کر چلانا)

مضر کی ہی ایجاد ہے۔ ایک مرتبہ وہ اونٹ سے گر گئے اور اُن کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ تو وہ زور زور سے کہنے لگے یا یداہُ۔ یا یداہُ ہائے میرا ہاتھ۔ ہائے میرا ہاتھ۔

آپ کی آواز بہت سریلی تھی تو اُن کی آواز سُن کر اونٹ چراگاہ سے آ کر اُن کے پاس جمع ہو گئے۔ اس سے انہوں نے سمجھا کہ اونٹ آواز پر مست ہوتے ہیں اور مدرستی پر انہوں نے اِس کا کامیاب تجربہ کیا۔

مضر کا اسلام اور تبلیغ

حضرتِ عبداللہ بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَسُبُّوا مُضَرَ فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ أَسْلَمَ

مُضر کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ (طبقات ابن سعد)

آپ لوگوں کو وعظ نصیحت فرماتے تھے۔ دینِ ابراہیمی پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کی زوجہ کا نام رباب بنتِ حیدر ہے۔ آپ کے دو بیٹے بہت مشہور ہیں۔ ایک الیاس اور دوسرے عیلان۔ نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت حضرتِ الیاسؑ کے حصہ میں آئی۔

۲۰۔ حضرتِ الیاسؑ (۶۳)

آپ کی زوجہ محترمہ کا نام لیلیٰ بنتِ حلوان ہے آپ کے پانچ بیٹے ہوئے جن میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت حضرت مدرکہ کو نصیب ہوئی۔ آپ سب سے زیادہ خوب صورت، سخی اور قابلِ احترام تھے۔ انہیں سید العرب کہا جاتا تھا۔

آپ جب حج کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنی پُشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلبیہ[1] سنتے تھے اور بیت اللہ شریف میں قربانی کے اُونٹ بھیجنے والے پہلے شخص آپ ہی ہیں۔ آپ کے بارے میں بھی ارشادِ نبوی ہے کہ انہیں بُرا نہ کہو وہ مومن تھے۔ خود دینِ ابراہیمی پر قائم رہے اور لوگوں کو دینِ حنیف کی تلقین فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔

آپ کی زوجہ آپ سے اِس قدر محبت کرتی تھیں کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو وہ اپنی بقیہ زندگی اس جگہ سے نہیں اٹھیں جہاں حضرتِ الیاس کا وصال ہوا تھا اور ان کے بعد کبھی سائے میں نہ بیٹھیں۔ اتنا حزن و ملال تھا کہ لوگ اس غم کی مثال دیا کرتے تھے۔

۲۱۔ حضرتِ مُدرِکہ (۶۴)

آپ کا اصلی نام عمرو اور لقب مدرکہ ہے۔ اِس لقب کا مطلب ہے پانے والا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ اور آپ کے بھائی عمر اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے کوئی شکار پکڑا اور اُسے پکانے لگے۔ اسی اثنا میں کوئی جانور اونٹوں کی طرف دوڑا تو سب اونٹ بدک کر بھاگ گئے۔ تو آپ کا بھائی عمر وہیں بیٹھا شکار پکاتا رہا اور یہ اونٹوں کو لینے کے لئے چلے گئے۔ جب شام کو دونوں باپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا اے عمرو تو مدرکہ ہے اور اے عمر تو طانجہ ہے۔ یعنی پکانے والا۔

---

[1] لبیک اللّٰھم لبیک کو تلبیہ کہتے ہیں۔

آپ کی پیشانی مبارک میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم روشن تھا جس سے آپ بہت دلکش محسوس ہوتے تھے۔ آپ کی زوجہ کا نام سلمیٰ بنتِ اسلم ہے۔ آپ کے پانچ بیٹے بہت مشہور ہیں جن میں خزیمہ اس لحاظ سے خوش بخت ہیں کہ نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں منتقل ہوا۔

۲۲۔ حضرتِ خزیمہ (۶۵)

آپ کے سات بیٹے تھے۔ ایک کا نام اسد تھا۔ اسی وجہ سے آپ ابوالاسد کہلاتے تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا نام عوانہ بنتِ سعد ہے۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے کنانہ ہیں جن کے متعلق ارشادِ نبوی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل سے کنانہ کو برگزیدہ کیا"۔ یہی خوش قسمت انسان ہیں جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے لئے منتخب ہوئے۔

آپ کے زمانے میں لحی بن حارث قحطانی نے یمن سے آکر مکہ مکرمہ میں قمعہ بن الیاس کی بیٹی خزاعہ سے نکاح کیا جس سے عمرو پیدا ہوا۔ یہی بدبخت عرب میں بُت پرستی کو رائج کرنے والا ہے۔ اسی کی ہی ذات سے جزیرہ عرب میں کفر وشرک کی آندھی چلی اور عرب قبائل بُت پرستی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے اور اس پر فخر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ بیت اللہ شریف میں بھی بُت آپہنچے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑا۔ حضرتِ خزیمہ دینِ ابراہیمی پر فوت ہوئے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کی یہی رائے ہے۔

۲۳۔ حضرتِ کِنانہ (۶۶)

حضرتِ کِنانہ اِس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ انہیں تین انبیاء حضرتِ عیسیٰؑ، حضرتِ زکریاؑ اور حضرتِ یحییٰؑ کا زمانہ اور اُن کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرتِ عیسیٰؑ حجاز میں تشریف لائے تو

حضرت کنانہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انہیں بشارت دی کہ آپ کی پشت مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ وہ تمہاری اولاد میں ظاہر ہوں گے اور تمہارا نام اُن کے صدقے روشن رہے گا۔ آپ حضرتِ عیسیٰؑ سے چودہ سال بڑے تھے۔

آپ کے چودہ بیٹے ہیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا نام بَرّہ بنتِ مُر ہے اور ان ہی کے بطن سے حضرتِ نضر پیدا ہوئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک ظاہر ہوا۔

۲۴۔ حضرتِ نضر بن کنانہ (۶۷)

آپ کا اصل نام حضرتِ قیس ہے۔ آپ کے حقیقی بھائیوں میں نضیر، مالک، ملکان، عامر، حارث، عمرو، سعد، عوف، غنم، مخرمہ، جرول، غزوال اور حدال تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حسین وجمیل، تروتازہ اور پُررونق تھا۔ اسی لئے آپ کو نضر کہتے تھے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کی رائے کے مطابق یہ بھی مسلمان تھے۔

آپ کی زوجہ محترمہ کا نام عکرشہ بنتِ عدوان ہے۔ آپ کے آٹھ بیٹے ہیں جن میں حضرت مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کی سعادت نصیب ہوئی۔

بعض مؤرخین کی رائے میں لقب قریش حضرت نضر کا تھا۔ (سیرت رسولِ عربی)

لیکن جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لقب آپ کے پوتے حضرت فہر بن مالک کا ہے۔ البتہ آپ بھی بڑے رئیس گزرے ہیں۔

۲۵۔ حضرتِ مالک (۶۸)

آپ کا نام مالک تھا اور کنیت ابوالحارث۔ آپ کی ماں کا نام عاتکہ اور لقب عکرشہ ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمہات میں پہلی عاتکہ ہیں۔ آپ کے تجارتی قافلے جب آتے تھے تو عرب انہیں قریش کہتے تھے۔ آپ بڑے سخی اور مہمان نواز تھے۔ آپ کی زوجہ کا نام جندلہ بنتِ عامر تھا۔ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے بڑے بیٹے حضرت فہر میں منتقل ہوا۔ آپ عظیم بادشاہ گزرے ہیں۔

۲۶- حضرتِ فہر (۶۹)

حضرتِ فہر ایک عظیم رئیس عرب تھے۔ پہلے مکہ معظمہ میں ان کی حکومت تھی لیکن جب انہوں نے حسان بن عبد کلال حمیری کو شکست دی جو مکہ میں اِس مقصد کے لئے آیا تھا کہ وہ کعبہ شریف کو ڈھانے کے بعد یہ پتھر یمن میں لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے لیکن حضرت فہر نے اُن سے سخت لڑائی کی اور اُسے گرفتار کر لیا۔ پھر وہ فدیہ دے کر رہا ہو گیا اور یمن جاتے ہوئے راستے میں مَر گیا تو پھر حضرتِ فہر کی عظمت کا سکہ سارے عرب میں بیٹھ گیا۔

آپ کی زوجہ کا نام لیلیٰ بنتِ حارث ہے۔ آپ کے سات بیٹے تھے جن میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ غالب کو تفویض ہوا۔ آپ کی اولاد کی تفصیل نقشہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

بہت سے مؤرخین کی رائے میں قریش لقب آپ کا ہی ہے اِس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قریش کی وجہ تسمیہ بیان کی جائے۔

قریش کی وجہِ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال

۱- ایک دن نضر بن کنانہ اپنی قوم کے مجمع میں آیا تو ان میں سے کسی نے دوسرے سے کہا یار نضر کو دیکھو ایک زبردست اونٹ معلوم ہوتا ہے۔ اونٹ کا لفظ عرب ہیبت کی وجہ سے بولتے ہیں اور بہت مہیب شخص کو اُونٹ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ بڑی شے کو قریش کہتے ہیں اِس لئے اُس دن سے اُس کی اولاد قریش کہلائی۔

۲- ایک بہت بڑا بحری جانور "قرش" ہے جو دوسرے جانوروں کو کھا جاتا ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ قوی اور ہیبت والا ہوتا ہے۔ اِسی لئے بنو نضر کو اُس سے تشبیہ دی گئی ہے۔
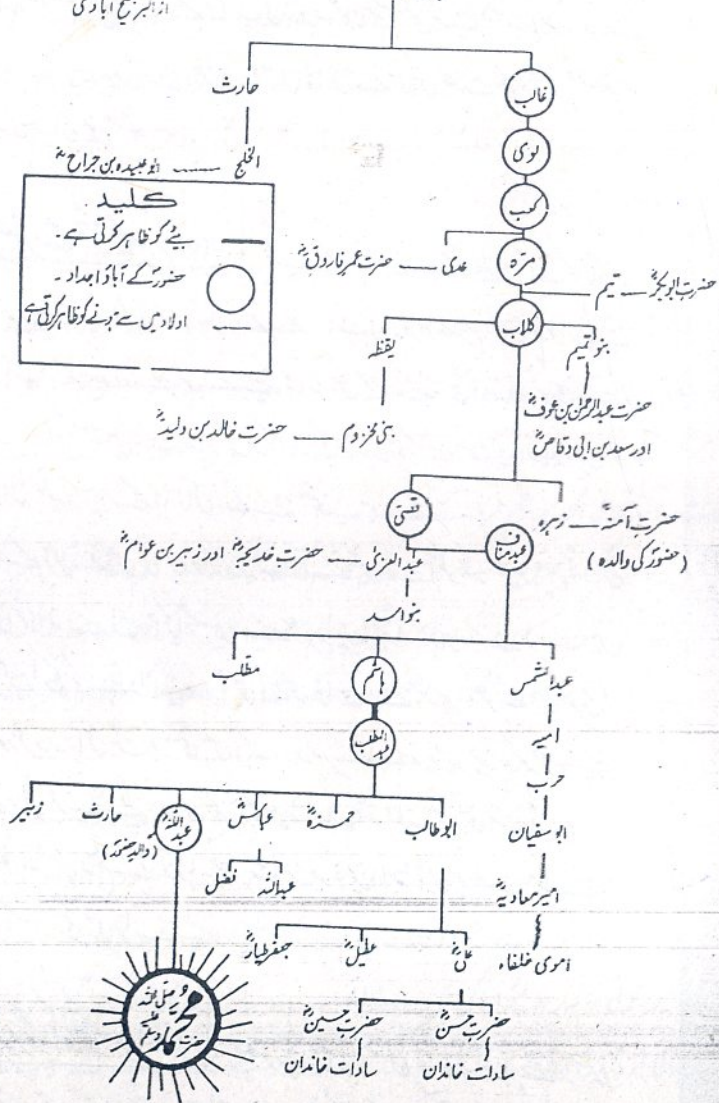
۳۔ نضر بن کنانہ لوگوں کے حالات کی تفتیش کر کے اُن کی حاجت پوری کرتا تھا اور اُس کے بیٹے بھی حاجت مندوں کے حالات کی تفتیش کر کے اُن کی مدد کرتے تھے۔ اِسی لئے وہ قریش کہلائے۔ کیونکہ قریش کا مطلب ہے "تفتیش کرنے والا"۔ علامہ اسمٰعیل حقی صاحبِ تفسیر روح البیان نے اِسی کو نقل کیا ہے۔

۴۔ بنو نضر ایک جگہ جمع ہو گئے اور اُن کا یہ جمع ہونا "تقرش" کہلایا اور اِس بنا پر اُنہیں قریش کہا جانے لگا۔

۵۔ ان کو قریش کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے غارت گری سے کنارہ کشی کی جبکہ پورا عرب ڈاکہ زنی میں ملوث ہو گیا تھا۔

۶۔ جب قصی نے حرم میں آ کر اپنا قبضہ جما لیا اور بہت سے نیک و مفید کام کئے تو اُنہیں قریشی کہا جانے لگا۔

۷۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قصی نے عرفہ والی رات کو مزدلفہ میں آگ کے الاؤ روشن کئے تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور یہاں آ کر جمع ہوں۔

۲۷۔ حضرتِ غالب (۷۰)

آپ اپنے زمانے کے بڑے دانا، زیرک اور عقل مند تھے۔ آپ کی کنیت ابو تیم ہے۔ آپ کی بیوی کا نام عاتکہ بنت یخلد ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امہات میں دوسری عاتکہ ہے۔ آپ کے بیٹے حضرتِ لُوئی نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین بنے۔

۲۸۔ حضرتِ لُوئی (۷۱)

آپ کی کنیت ابو کعب ہے۔ آپ کو لُوئی اِس لئے کہتے ہیں کہ آپ اپنی قوم میں صاحبِ لواء (جھنڈے اُٹھانے والے) تھے۔ آپ کی زوجہ کا نام ماویہ بنتِ کعب ہے۔ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اِن کے بیٹے حضرتِ

کعب میں منتقل ہوا۔

۲۹۔ حضرتِ کعب (۷۲)

آپ کا نام کعب ہے جس کا مطلب بلند، اونچا، بزرگ، شریف اور اعلیٰ ہے۔ آپ اپنی قوم میں بہت معزز تھے اور لوگوں کو جمعہ کے دن اکٹھا کر کے وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور قریشیوں کو یہ خوشخبری سناتے تھے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری اولاد سے ہوں گے۔ جب وہ تشریف لائیں تو اُن پر ایمان لانا اور اُن کی اتباع کرنا اور خود یہ شعر پڑھتے:۔

یَا لَیْتَنِیْ شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتَهٗ
ذَا قُرَیْشٍ تَبْغِی الْحَقَّ خِذْلَانَا

"کاش میں اُس وقت حاضر ہوتا جب وہ لوگوں کو دعوتِ حق دیں گے اور قریش اُس حق کو رسوا کرنا چاہیں گے"۔

اُن کے اور بھی اشعار ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

"زمانے کے دن رات آخر ختم ہو جائیں گے اور ہم پہ اُس کی راتیں اور دن برابر ہیں (یعنی قیمتی ہیں)۔ جب زمانے کے لوگ غفلت میں ہوں گے تو اُس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو آپ سچی خبریں دیں گے اور زمانے کے سچے ترین خبیر ہوں گے"۔

آپ کی اِن باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک عظیم عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد، آپ کی شان اور آپ کی مشکلات سے واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

آپ کو عربوں میں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی آپ کی تاریخ وفات کو وہ اپنا سنہ قرار دیتے تھے۔ پھر عام الفیل سے سنہ کا شمار ہونے لگا اور آخر ہجرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنہ ہجرہ کا آغاز ہوا جو اب انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ دیکھو

کہ انہوں نے جس دِن کو خطبہ دیا اُسی دِن کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم نے سیدالایام (دِنوں کا سردار) بنا دیا۔ پس جمعہ بھی آپ کی ایک یادگار ہے۔

آپ کی زوجہ محترمہ کا نام مخشیہ[1] بنتِ شیبان ہے۔ ان ہی کے بطن سے حضرتِ مُرّہ پیدا ہوئے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نورِ مبارک کی سعادت سے بہرہ وَر ہوئے۔ حضرت عمرِ فاروق رضؓ، حضرتِ سعید بن زیدؓ، حضرت عمرو بن عاص اور حضرتِ عثمان بن مظعون رضؓ سب حضرتِ کعب کی اولاد سے ہیں۔

۳۰۔ حضرتِ مُرّہ (۴۳)

آپ کی کنیت ابو یقظہ اور نام مُرّہ ہے۔ مُرّہ کا مطلب کڑوا یا طاقت وَر ہے۔ آپ کی زوجہ کا نام ہند بنتِ سُریر ہے۔ آپ کے تین بیٹے کلاب، تیم اور یقظہ ہیں۔ یقظہ کے بیٹے مخزوم ہیں جن کی اولاد بنی مخزوم کہلاتی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرتِ سلمیٰؓ کا سلسلۂ نسب اِن سے ہی ملتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرتِ طلحہ رضؓ کا سلسلہ تیم بن مُرّہ سے ملتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں یہ آبا۔ جن کی پشتوں سے ایسے شاندار لوگ پیدا ہوئے۔

۳۱۔ حضرتِ کلاب (۴۴)

آپ کا نام حکیم اور کنیت ابو زہرہ ہے۔ کلاب کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بہت سے شکاری کُتے محبت سے پال رکھے تھے۔ اسی لئے وہ خود کلاب ہی مشہور ہو گئے۔ آپ بہت فیاض، معاف کرنے والے اور مخلوق کے درمیان برابری و مساوات قائم کرنے والے تھے۔ اور اپنے خاندان کو مکروہات سے بچانے والے تھے۔

آپ کی زوجہ کا نام فاطمہ بنتِ سعد ہے۔ آپ کے دو بیٹے قُصیّ اور زہرہ ہیں۔ جن

[1] یہ نام نجشیہ بھی نقل ہوا ہے۔

میں حضرت قصیّ زیادہ نامور ہوئے۔

۳۲۔ حضرتِ قُصَیّ (۴۵)

آپ کا اصلی نام زید، کنیت ابوالمغیرہ، لقب المجمع اور قُصیّ ہے۔ المجمع آپ کو اِس لئے کہتے ہیں کہ آپ نے سردارِ مکّہ "خلیل" خزاعی کی بیٹی سے شادی کر لی اور خلیل کی وفات کے بعد یہ رئیسِ مکّہ بنے تو انہوں نے قریش کو مکّہ معظمہ اور اُس کے اِردگِرد آباد کیا۔ اِس لئے اِن کو المجمع کہا جانے لگا۔ قصیّ آپ کو اِس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ فاطمہ نے کلاب کی وفات کے بعد ربیعہ بن خرام سے دوسرا نکاح کر لیا جو کہ ملکِ شام کے رہنے والے تھے۔ پس قُصیّ کو بھی وہاں اپنی ماں کے ساتھ رہنا پڑا۔ وہ اپنے وطن سے بہت دُور رہے اِس لئے قصیّ (دُور رہنے والا) کہلائے۔

حضرتِ قُصیّ کی مکّہ واپسی

حضرت قصی ربیعہ کے ہی گھر جوان ہوئے اور اُسے ہی اپنا باپ سمجھتے تھے۔ ایک دن بنو قضاعہ کے ایک شخص نے تکرار کے دوران قصیّ کو یہ کہہ دیا کہ تم غریب الوطن ہو۔ اپنی قوم اور خاندان میں کیوں نہیں جاتے۔ آپ کو اِس سے بہت رنج ہوا۔ اور سیدھے ماں کے پاس آئے اور ان سے قضاعی کی بات کی تصدیق چاہی۔ اُس نے کہا اے میرے بیٹے بخدا تو اِس شخص سے اپنی ذات اور اپنے باپ کے اعتبار سے زیادہ معزز اور شریف ہے تُو کلاب بن مُرہ قریشی کا بیٹا ہے۔ تیری قوم مکّہ میں بیت اللہ شریف کے پاس رہتی ہے۔ پس آپ نے مکّہ آنے کی پختہ نیت کر لی اور ماہِ ذوالحج میں جب حاجی بیت اللہ شریف آئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ مکّہ آ گئے۔

حضرتِ قُصیّ کی شادی

آپ نے مکّہ میں آکر والیٔ مکّہ "خلیل بن حبشیہ خزاعی"

کی بیٹی حُبی سے شادی کرنا چاہی۔ خلیل نے اُن کے نسب سے مطمئن ہو کر اپنی بیٹی کی اُن سے شادی کر دی۔ اِس بیوی سے آپ کے چار بیٹے عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزیٰ اور عبد قصی پیدا ہوئے۔ یہ چاروں بہت نامور ہوئے۔

بنو خزاعہ کا مکّہ سے اخراج

جب قصیٰ کی دولت و عزت بڑھی اور اُن کا خُسر خلیل فوت ہو گیا تو اُنہوں نے مکّہ کی سرداری خود لینا چاہی۔ پس اس مقصد کیلئے انہوں نے اپنے بھائی رزاح بن ربیعہ سے مدد مانگی اور بنو خزاعہ اور بنو بکر کو مکّہ سے نکالنے کی خوب تیاری کر لی۔ پھر قصیٰ کو باقی بنو نضر کی حمایت بھی حاصل ہو گئی پس وہ بنو خزاعہ کو مکّہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے اور مکّہ کے سردار بن گئے۔ پھر آپ نے تمام قریشی قبائل کو اکٹھا کر کے مکّہ کے پہاڑوں میں آباد کیا۔ اسی وجہ سے وہ مجمّع کہلاتے ہیں

حضرت قصیٰ کی عظمت

مکّہ کی سرداری اور قریش کی مکّہ میں سکونت کے بعد آپ کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ ہر کام کا مشورہ ان سے کیا جاتا۔ اگر کسی سے لڑائی ہوتی تو ان کے بیٹوں کو جنگی نشان باندھنے کے لئے کہا جاتا۔ جب لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جاتی تو وہ پہلے قصیٰ کے گھر سے ہی اپنا مخصوص لباس پہننا شروع کرتی۔ الغرض قریش کے تمام زندگی یا موت کے کام قصیٰ کے گھر ہی سرانجام پاتے۔ یہ بہت معزز و شریف تھے۔ البتہ انہوں نے مناسکِ حج میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

قصیٰ کے کارنامے

حضرتِ قصیٰ کو انقلابی اقدامات کرنے کا بہت شوق تھا۔ پس انہوں نے مندرجہ ذیل اہم کام سرانجام دیئے۔

۱۔ دارالندوہ کا قیام

یہ مشورہ گاہ تھی۔ اہم تقریبات یہیں منعقد ہوتی تھیں۔

۲۔ حاجیوں کو کھلانے پلانے کا شعبہ

اِس کا انتظام یوں ہوتا تھا کہ سب قریش کچھ مال قصیٰ کو دے دیا کرتے تھے تاکہ حاجیوں کی خدمت مدارت کی جا سکے اور اُن کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ یہ ایک باقاعدہ شعبہ تھا جو عہدِ جاہلیت میں قائم رہا اور عہدِ اسلام میں بھی۔

۳۔ کعبہ کی چابیاں

انہوں نے کعبۃ اللہ کو دروازہ لگا کر اُسے تالہ لگا دیا تاکہ جس وقت تک وہ خود دروازہ نہ کھولیں کوئی کعبہ شریف میں نہ جا سکے۔

۴۔ عَلَم

آپ نے عَلَم کا آغاز کیا جو آپ کے پاس ہوتا تھا اور میدانِ جنگ میں سپہ سالاری کا پرچم ان ہی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

۵۔ مزدلفہ پر روشنی کا انتظام

مزدلفہ پر آگ روشن کروائی تاکہ مزدلفہ عرفات سے ہی نظر آ جائے۔

قصیٰ کی وفات اور جانشینی

قصیٰ نے مرنے سے قبل ہی اپنا جانشین اپنے بیٹے عبدالدار کو مقرر کر دیا اور مندرجہ بالا پانچوں سعادتیں اُسی کے حوالے کر دیں اور یہ اِس لئے کیا کہ یہ حسن و جمال اور شرافت کے لحاظ سے دوسرے بھائیوں سے کم تھے تو آپ نے یہ سب سعادتیں اسے دے کر دوسرے بھائیوں کے برابر لانے کی کوشش کی۔

آپ کی دو بیٹیاں برّہ اور تُخمر بہت مشہور ہیں۔ تخمر نے اپنے باپ کی وفات کے موقع پر جو اُشعار کہے اُن کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

" رات کے وقت جب لوگ سو رہے تھے تو کسی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قصی کی موت کی خبر دی جو فیاض، سخی، سردار اور رہبرِ قوم تھے۔ وہ ایسے شخص کی موت کی خبر لایا جو خاندانِ لُوئی میں سب سے زیادہ مہذب تھا۔ یہ خبر سُن کر میرے آنسو اِس طرح چلنے لگے جیسے موتی کی لڑی۔ اِس موت [illegible] سے اور رنج سے میری نیند جاتی رہی اور اب میری حالت ایسی ہے گویا مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

آپ کے بیٹے عبد مناف نورِ محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے [illegible] ہوتے۔ حضرت اُم المؤمنین خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرتِ زبیر رضی اللہ عنہ قصی کی اولاد میں سے ہیں۔

۳۳۔ حضرت عبد مناف (۷۶)

آپ کا اصلی نام مغیرہ، کنیت ابو عبد شمس اور لقب عبد مناف ہے۔ مناف اِنَافَةٌ سے بنا جس کے معنی بلند ہونا اور نمایاں ہونا ہے۔ پس آپ کے نام کا مطلب ہوگا ممتاز، بلند اور شریف بندہ۔ آپ کی پیشانی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نور سے ایسے جگمگاتی تھی کہ لوگ انہیں قمر البطحاءؔ (بطحا کا چاند) کہتے تھے۔ مکّہ کی وادی بطحاء کہلاتی ہے۔

قریش آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور آپ کی ہر بات مانتے تھے۔ پس آپ اُنہیں خدا سے ڈرنے اور نیکی کی تلقین فرماتے تھے۔ انتہائی سخی تھے۔ حاجت مندوں کی حاجت براری کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سُنائے تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم مسکرائے اور مسرور ہوئے اُن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

یَاأَیُّھَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رِحْلَهٗ

"اے وہ شخص جو قحط زدہ، گٹھڑی اٹھا کر لے جانے والا مسافر ہے"

اَلَا نَزَلْتَ بِآلِ عَبْدِ مَنَافٍ

" تو کیوں نہ آلِ عبد مناف کے ہاں مہمان ہوا "

" اگر تو وہاں چلا جاتا تو وہ تیری تنگ دستی اور ناداری کو دُور کر دیتے اور تجھے محنت و مشقت سے بھی مستغنی کر دیتے "

" وہ تو اُمیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ فقیر بھی وہاں سے غنی ہو کر واپس آتا ہے "

آپ کی زوجہ کا نام عاتکہ بنت مرو ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمہات میں یہ تیسری عاتکہ ہیں۔ آپ کے چار بیٹے ہیں۔ ۱۔ ہاشم۔ ۲۔ المطلب۔ ۳۔ عبد الشمس۔ ۴۔ نوفل۔ اِن میں حضرت ہاشم زیادہ خوش بخت ہیں کہ اُن کی اولاد کو باقی قریش سے برگزیدہ کیا گیا اور نورِ مصطفوی صلّی اللہ علیہ وسلّم اِن کو تفویض کیا گیا۔

بنو عبد مناف اور بنو عبد الدار میں معاہدہ

قصیّ نے چونکہ ساری سعادتیں عبد الدار کو دے دی تھیں اور اس وقت کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہ تھی۔ بعد میں جب قصیّ، عبد مناف اور عبد الدار کی وفات ہو گئی تو عبد مناف کے بیٹوں نے یہ سعادتیں حاصل کرنے کا استحقاق ظاہر کیا۔ اِس پر قریش میں سخت اختلاف ہوا۔ نوبت جنگ تک پہنچی لیکن مندرجہ ذیل معاہدہ پر صلح ہو گئی۔

۱۔ حاجیوں کو پانی پلانا، کھانا کِھلانا اور قیادت بنو عبد مناف کو دی جاتی ہے۔

۲۔ کعبہ شریف کی چابیاں، دیکھ بھال، علمبرداری (جنگ کے دوران جھنڈا اُٹھانا) اور امورِ مشاورت بنو عبد الدار کو دیئے جاتے ہیں۔

اِس معاہدہ کی رُو سے حاجیوں کی خدمت حضرتِ ہاشم کے سپرد ہوئی۔ آپ کے بعد مُطلب کو، مُطلب کے بعد عبدالمطلب کو، عبدالمطلب کے بعد ابو طالب کو، ابو طالب کے بعد حضرت عباسؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت ہاشم کے دوسرے بھائی عبدالشمس تھے جن کے سات بیٹے ہوئے ان کا ایک بیٹا امیہ ہے جس کی اولاد بنو اُمیہ کہلائی۔ حضرتِ عثمانؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امِ حبیبہؓ اسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنگ کی قیادت عبدشمس کو ملی۔ پھر اس کے بیٹے حرب کو اور پھر حرب کے بیٹے ابو سفیان کو۔ چنانچہ جنگِ اُحد اور جنگِ احزاب میں ابو سفیان ہی قریشی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔

امورِ مشورت عبدالدار کے سپرد ہوئے تھے۔ پس دارالندوہ بھی ان کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ عکرمہ بن عامر نے اسے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اب یہ حرم میں شامل ہے۔ کعبہ شریف کی کلید برداری آج تک ان کی اولاد میں ہے۔ حضرت عثمان بن ابی طلحہؓ[1] کلید برداران ہی میں سے تھے۔ عَلَم برداری کی سعادت بھی ان ہی کے پاس رہی۔

آپ کے چاروں بیٹے حضرت ہاشم، نوفل، عبدشمس اور عبدالدار بہت نام ور گزرے ہیں۔ حضرت ہاشم نے شاہانِ روم سے اور غسان سے، عبدشمس نے نجاشی سے، نوفل نے ایران کے بادشاہوں سے اور مطلب نے حمیری بادشاہوں سے تجارتی معاہدے کئے اور قریش کی حالت درست کی۔ اِس لئے ان کو "مجبرون" (بڑے بڑے جابر) کہتے ہیں۔

---

[1] ان کو چابیاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھیں۔

۲۴۔ حضرت ہاشم (۷۷)

آپ کا اصلی نام عمرو ہے۔ عظیم الشان ہونے کی بنا پر عمرو العلاء کہے جاتے تھے۔ ہاشم آپ کا لقب ہے جس کا مطلب ہے "روٹیوں کا چورہ کرنیوالا"۔ اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ اہلِ مکہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے آپ ملکِ شام میں گئے اور وہاں سے بہت زیادہ مقدار میں خشک روٹیاں خرید کر لائے اور اُنکے ٹکڑے کر کے اونٹ کے شوربے میں ڈالکر ثرید بنایا اور اہلِ مکہ کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ چنانچہ وہب بن عبد قصی نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے :-

ہاشم نے اپنی قوم کیلئے وہ بوجھ اٹھالیا جس کے برداشت کرنے اور اُٹھا کر کھڑے ہونے سے بڑے بڑے بہادر اور شریف انسان بھی تنگ آ گئے تھے۔ وہ اپنی قوم کیلئے ملکِ شام سے عمدہ گیہوں کی روٹیوں کی بوریاں بھر کر لائے جن کے سب مشتاق تھے۔ پھر انہوں نے بڑی وسعت و فراخی کے ساتھ روٹیاں توڑیں اور گوشت کے ساتھ ان کو نرم اور تر و تازہ کر کے اہلِ مکہ کو پیش کیا۔

آپ اپنی قوم میں نہایت مکرم و معظم تھے، کافی دولت مند تھے۔ تجارت کی غرض سے سال میں دو سفر (سردیوں اور گرمیوں کے) کیا کرتے تھے۔ قرآنِ پاک کی سورۃ قریش میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔ آپ بہت مہمان نواز تھے۔

زرقانی میں ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک سے ایسے حسین و جمیل تھے کہ آپ کے چہرے سے شعائیں نکلتی تھیں۔ جو عالم بھی آپ کو دیکھتا وہ آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیتا اور جس چیز کے پاس سے آپ گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتی۔

عرب کے قبائل اور علماء کے وفود آپ کے پاس آتے اور اپنی لڑکیوں کے رشتے پیش کرتے مگر آپ انکار کر دیتے۔ یہاں تک کہ ہرقل روم نے بھی اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کو پیش کیا اور ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ آپ کی عظمت و کرامت کا حال معلوم ہوا ہے۔ آپ میرے پاس آ جائیں تو میں اپنی وہ لڑکی جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی حسین نہیں، بیاہ دوں۔ یہ اِس لئے کہ آپ کی پیشانی میں وہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی صفت ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ مگر آپ نے

اسے بھی ٹھکرا دیا۔

حاجیوں کی دیکھ بھال

آپ حاجیوں کی بہت دیکھ بھال کرتے۔ ذوالحج کی پہلی تاریخ کو صبح کے وقت کعبہ شریف سے پشت لگا کر یوں خطاب کرتے

"اے گروہِ قریش! تم بیت اللہ شریف کے پڑوسی ہو۔ اللہ کے زائرین اِس گھر میں آرہے ہیں جو اِس گھر کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ خدا کے مہمان ہیں۔ تم ان کا اکرام کرو۔ ان کی میزبانی تم پر ہے۔ اس گھر کے رب کی قسم! اگر میرے پاس کافی سرمایہ ہوتا تو میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ میں اپنی حلال کمائی سے دے رہا ہوں تم بھی اپنی حلال کمائی سے دو۔"

پھر لوگ اپنی توفیق کے مطابق دار الندوہ میں مال جمع کرتے۔

آپ کی شادی

ایک مرتبہ آپ بغرضِ تجارت ملکِ شام جارہے تھے کہ مدینہ منورہ میں بنو عدی بن نجار میں سے ایک شخص عمرو بن زید خزرجی کے ہاں ٹھہرے۔ ان کی صاحبزادی سلمیٰ حسن وجمال صورت وسیرت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ کی شادی اس سے کر دی گئی۔ مگر عمرو نے آپ سے یہ عہد لیا کہ سلمیٰ جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں ہی جنے گی۔ شادی کے بعد آپ شام تشریف لے گئے اور واپسی پر سلمیٰ کو ساتھ مکہ لے آئے۔ جب وہ حاملہ ہوگئیں تو آپ نے شرط کے مطابق انہیں مدینہ منورہ چھوڑا اور خود شام کی طرف تشریف لے گئے۔

ہاشم اور اُمیہ میں چپقلش

جب حضرت ہاشم نے قحط کے دوران

اپنی قوم کی عظیم دعوت کی تو اُمیہ بن عبدشمس کے دل میں آپ سے حسد ہوگیا۔ وہ بھی بڑا امیر تھا۔ اس نے بھی ایک ایسی ہی دعوت کا انتظام کیا مگر وہ بات نہ بن سکی۔ بلکہ بعض لوگ اس کا مذاق کرنے لگے تو وہ اور برہم ہوگیا اور اس نے مطالبہ کیا کہ اس پر پنچایت کا فیصلہ لیا جائے۔ آخر اِس شرط پر حضرت ہاشم نے یہ معاملہ پنچایت کے سپرد کر دیا کہ اگر اُمیہ قصوروار ہے تو اُسے پچاس سیاہ گردن کی اونٹنیاں مکہ میں ذبح کرنا ہوں گی اور دس سال تک مکہ سے بدر رہنا پڑے گا۔ اس نے یہ شرط مان لی۔ اب انہوں نے کاہن الخزاعی کو اپنے درمیان ثالث مقرر کیا۔ اس نے فیصلہ ہاشم کے حق میں دے دیا۔ پس امیہ کو پچاس اونٹنیاں بھی ذبح کرنا پڑیں اور مکہ کو چھوڑ کر شام جانا پڑا۔ یہ ہاشم اور اُمیہ کی عداوت کا پہلا دن تھا جس کے بہت دُور رَس اثرات مرتب ہوئے۔

آپ کی وفات

آپ نے جس سفرِ شام میں اپنی بیوی سلمیٰ کو مدینہ چھوڑا اُسی میں آپ غزہ[1] کے مقام پر فوت ہوگئے۔ آپ وہیں دفن ہیں۔ آپ نے صرف ۲۵ سال عمر پائی لیکن شہرت ایسی کہ صدیوں رہے گی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ہاں عبدالمطلب پیدا ہوئے جو ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان ہیں۔ پس یہی نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوئے۔

حضرت ہاشم کی وفات پر کسی نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ ہدیہ قارئین ہے

ے اے آنکھ اشکبار ہو اور فیاض وکریم بزرگ کے لئے آنسو بہا

وہ ہاشم جو صاحبِ خیر وخوبی وجاہ وجلال تھا اور قوت وحوصلے والا فیاض اور مخلص تھا۔

---

[1] غزہ، شام کی ایک بستی کا نام ہے۔

۳۵- حضرت عبدالمطلب (۷۸)

آپ کا نام شیبۃ الحمد، کنیت ابوالحارث اور عرف عبدالمطلب ہے۔ شیبہ (سفید بالوں والا) یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سر میں کچھ بال سفید تھے۔ اور عبدالمطلب نام مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے ننھیال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنی والدہ کے پاس رہے۔ ایک دن آپ مدینہ منورہ میں بچوں کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے تو جب آپ تیر مارتے اور وہ نشانے پر گرتے تو فرماتے میں ابن ہاشم سید البطحاء ہوں۔ اس اثناء میں بنی عبد مناف کا ایک شخص ادھر گزرا۔ اس نے آپ کو پاس بلا کر پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے جواب دیا میں شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔ اس شخص نے مکہ پہنچ کر مطلب بن عبد مناف کو کہا کہ میں نے تمہارے بھتیجے کو مدینہ منورہ میں دیکھا ہے۔ وہ بہت بہادر، خوب صورت اور وجیہ ہے۔ ایسے لڑکے کو لے آنا چاہیئے۔ مطلب اسی وقت تیار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور واپسی پر آپ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ آپ کی والدہ کو اس لئے اطلاع نہ دی کہ کہیں وہ مانع نہ ہو۔ وہ باہر بچوں سے کھیل رہے تھے اور کپڑے بھی پرانے تھے اور پھر سفر کا گرد و غبار اُن کے چہرے پر تھا۔ پس جب مطلب اُن کو سواری کے پیچھے بٹھاتے ہوئے دن کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو مطلب نے شرم کی وجہ سے کہہ دیا کہ یہ میرا عبد (غلام) ہے۔ پس آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ مطلب نے آپ کو اپنے بچوں سے بڑھ کر محبت سے پالا اور عمدہ تربیت کی اور پھر لوگوں پر ظاہر کیا کہ یہ میرے بھائی ہاشم کا صاحبزادہ ہے۔

آپ کی نفاست، طہارت و عبادت

آپ کی نفاست و طہارت کا یہ

عالم تھا کہ آپ کے جسم سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ قریش آپ کے وسیلہ سے بارش مانگتے اور اُن پر بارشیں برسائی جاتیں۔ آپ ہر سال ماہِ رمضان میں غارِ حرا میں جا کر عبادت کرتے اور گوشہ نشین ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے اور رب تعالیٰ سے محبت کرنے والے تھے۔ شراب و زنا کو حرام جانتے تھے۔ محرم عورتوں سے نکاح منع فرماتے تھے۔ ننگے جسم کعبہ شریف کا طواف کرنے سے لوگوں کو روکتے تھے لڑکیوں کے قتل سے منع فرماتے، چور کے ہاتھ کاٹتے۔ اپنے دستر خوان سے پہاڑوں کی چیونٹیوں اور پرندوں چرندوں کو کھلاتے۔ اسی لئے انہیں مطعم الطیر پرندوں کو کھلانے والا کہتے ہیں۔ یہ سب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تھا۔

عبدالمطلب اور نوفل میں تنازعہ

جب آپ جوان ہو گئے تو آپ کے چچا مطلب نے تمام ہاشمی املاک اُن کو دے دیں۔ آپ کے چچا نوفل نے ایک کنوئیں کے متعلق آپ سے تنازعہ کیا اور اُسے زبردستی غصب کر لیا۔ آپ نے کئی قریشیوں سے مدد مانگی لیکن وہ دخل انداز نہ ہوئے۔ آخر آپ نے مدینہ منورہ اپنے ننھیال کو خط لکھا جس کے نتیجہ میں ابو اسعد نجاری ۸۰ اونٹ سواروں کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ آیا۔ عبدالمطلب ان کے استقبال کو نکلے اور عرض کیا ماموں جان ٹھہریئے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک نوفل کے ساتھ میری لڑائی نہ ہو جائے گی اُس وقت تک نہیں ٹھہروں گا۔ پس ابو اسعد حجر میں آیا اور نوفل کے سرہانے آ کر کھڑا ہو گیا نیام سے اپنی تلوار نکالی اور کہا "ربِ کعبہ کی قسم! یہ کنواں میرے بھانجے کو واپس دے دے ورنہ میں ابھی تلوار سے تیرا سر اُڑائے دیتا ہوں" نوفل نے کہا "مجھے ربِ کعبہ کی قسم! میں نے وہ کنواں اسے واپس دیدیا۔" پھر ابو اسعد کچھ دن مکہ معظمہ

میں ٹھہرا اور عمرہ کیا۔

اِس واقعہ کے بعد نوفل نے تمام بنی عبد شمس سے بنی ہاشم کے خلاف ایک معاہدہ کیا اور یہ ہاشمیوں اور امویوں کے درمیان دوسرا تنازعہ تھا۔

آپ کی شادیاں اور اولاد

زوجہ کا نام	اولاد کا نام
۱۔ شمرا[1] بنتِ جندب ہوازنیہ	۱۔ حارث
۲۔ لُبنیٰ بنتِ حاجرہ خزاعیہ	۲۔ ابولہب (اصلی نام عبدالعزیٰ)
۳۔ فاطمہ بنتِ عمرو مخزومیہ	۳۔ ابوطالب (اصلی نام عبدمناف) ۴۔ زبیر ۵۔ حضرتِ عبداللہؓ (والدِ رسولؐ) ۶۔ بیضاء ۷۔ عاتکہ ۸۔ برّہ ۹۔ اُروی
۴۔ ہالہ بنتِ وہیب زہریہ	۱۰۔ حضرت حمزہؓ ۱۱۔ مقوم ۱۲۔ حجل (اصل نام مغیرہ) ۱۳۔ حضرتِ صفیہؓ
۵۔ فتیلہ بنتِ خباب خزرجیہ	۱۴۔ حضرتِ عباسؓ ۱۵۔ ضرار

آپ کی زندگی کے چند خوبصورت واقعات

۱۔ بنو خزاعہ سے معاہدہ

جب سے آپ کو نوفل سے کنوئیں کے غصب والا واقعہ پیش آیا تھا آپ نے دوسرے قبائل سے معاہدوں کی ضرورت سمجھی۔ پس

[1] بعض کتابوں میں آپ کا نام صفیہ لکھا گیا ہے۔

آپ نے بنو خزاعہ سے معاہدہ کیا اور یہ معاہدہ اسلام میں بھی قائم رہا۔ یہ وہی خزاعہ ہیں جن کی وجہ سے صلح حدیبیہ ٹوٹی تھی۔ آخر کار یہ معاہدہ فتح مکّہ کا سبب بنا۔

۲۔ آپ کے لئے غیبی جوڑا

ایامِ شباب میں ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب اٹھے تو حیران ہوئے کہ آپ کو کسی نے خوب صورت حلہ پہنا دیا ہے۔ سر میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا دیا ہے۔ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ سب کچھ کس نے کیا ہے۔ پس آپ کے چچا مطلب آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے تو کاہن نے اس کی تعبیر دی کہ آسمانوں کے خدا نے اِس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس آپ کا نکاح صفیہ بنتِ جندب سے کر دیا گیا جس سے آپ کے پہلوٹھے بیٹے حارث پیدا ہوئے۔

۳۔ زمزم کی کھدائی

حضرتِ اسماعیلؑ کے بعد کعبہ شریف کے متولی بنو جرہم ہوئے۔ وہ حرم شریف کی بے حرمتی کرتے اور اس کے نذرانے خود کھا جاتے۔ تو بنو بکر نے اُن کو مکّہ سے یمن کی طرف نکال دیا اور پھر خزاعہ متولی ہوئے۔ یہ تقریباً ۳۰۰ سال تک متولی رہے۔ ان کا آخری متولی حلیل بن حبشیہ ہے جس کو قصی بن کلاب نے شکست دی جیسا کہ حضرت قصیؒ کے حالات میں گزرا۔

جب عمرو بن حارث جرہمی کعبہ شریف سے بھاگا تو اُس نے جاتے وقت سونے کے دو ہرن، قلعی تلواریں، زرہیں اور رکن حجر زمزم کے کنوئیں میں ڈال کر اُسے ایسا بند کیا کہ اُس کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ آخر کار حضرت عبدالمطلب کو اسے کھودنے کا اشارہ ملا جس کی تفصیل خصائصِ کبریٰ میں یوں درج ہے۔

ایک دن آپ بیت اللہ شریف میں سو رہے تھے تو کوئی آنے والا آیا اور کہا

"برّہ" کھود دو۔ عبدالمطلب بولے "برّہ" کیا ہے۔ یہ سُن کر وہ چلا گیا۔ اگلے روز جب بستر پر لیٹے تو پھر وہی شخص آیا اور کہا "طیبہ کھود دو۔ آپ نے پوچھا طیبہ کیا ہے؟ یہ سُن کر وہ چلا گیا اور اگلے روز پھر آیا اور بولا "زمزم کھود دو" آپ نے پوچھا زمزم کیا ہے؟ تو اُس نے کہا "یہ ایسا پانی ہے جو نہ خشک ہوگا اور نہ کم ہوگا" پھر اُس نے زمزم کی جگہ اور مقام بتایا۔ چنانچہ آپ نے اس جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ قریش بولے عبدالمطلب! یہ کیا ہو رہا ہے۔ فرمایا "مجھے زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے"۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے حارث کے ہمراہ انتہائی مشقت کے بعد یہ کنواں کھودا۔ یہاں تک کہ وہ خزانے اور پانی نکل آیا۔ اب قریش بولے "یہ ہمارے باپ اسمٰعیلؑ کا پانی ہے۔ اس میں ہمارا بھی حصہ ہے"۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا اس میں تمہارا حصہ نہیں یہ صرف میرا ہے۔ قریش بولے اچھا کسی سے فیصلہ کرالو۔ حضرت عبدالمطلب راضی ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے بنی سعد بن ہذیم کی کاہنہ کو ثالث مقرر کیا اور اُس کے پاس پہنچنے کے لئے حضرت عبدالمطلب اور اُن کے چند بیٹے اور باقی قریش کے نمائندگان شام کی جانب روانہ ہوئے راستے میں ایک چٹیل میدان میں ان سے پانی ختم ہو گیا اور سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور انہوں نے اپنی اپنی قبریں کھود لیں۔ زندگی کی آخری آس پر وہ پانی کی تلاش میں نکلے تو حضرت عبدالمطلب کی اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور اُس کے پیروں سے میٹھے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ ان سب نے پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا پھر وہ کہنے لگے "اے عبدالمطلب! اللہ نے تمہارے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ جس ذات نے تمہیں اس چٹیل میدان میں پانی پلایا اُسی نے تمہیں زمزم بھی عطا فرمایا ہے۔ واپس چلو زمزم خالص تمہارے لئے ہے ہم اُس کے حصہ دار نہیں ہیں۔

اس کنوئیں کی کھدائی میں آپ کو بہت مشقت پیش آئی تھی اس لئے آپ نے

یہ نذر مانی کہ اے اللہ اگر میرے دس بیٹے میری زندگی میں جوان ہو گئے تو ایک کو تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں دس بیٹے جوان کر دیئے اب اُن میں سے ایک حضرت عبداللہؓ کا نام قربانی کے لئے بذریعہ قرعہ نکلا۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ باب چہارم میں آئے گی۔

حضرت عبدالمطلب نے اس کنوئیں کے ارد گرد منڈھیر بنا دی۔ حاجی اس سے پانی پیتے۔ قریش کے بعض مفسد لوگ حسد کی وجہ سے رات کو منڈھیر توڑ جاتے۔ آپ صبح کو پھر درست کرتے۔ جب روز گڑبڑ ہونے لگی تو آپ نے رب سے دعا مانگی "اے اللہ! میں اسے نہانے کے لئے حلال نہیں رکھتا۔ ہاں صرف پینے کے لئے حلال رکھتا ہوں"۔ اس دعا کے بعد جو شخص بھی اس منڈھیر کو توڑتا اُس کو کوئی جسمانی بیماری لگ جاتی۔ پھر انہوں نے اس کنوئیں پر آنا چھوڑ دیا۔

واقعہ اصحابِ فیل

کعبہ شریف پر ابرہہ کا حملہ

ابرہہ بن صباح (جو نجاشی حبشہ کی طرف سے گورنر یمن تھا) نے موسم حج میں لوگوں کو حج کی تیاری کرتے دیکھا تو اُس نے پوچھا کہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ پتھروں کی ایک عمارت ہے جس کا وہاں جا کر طواف کرتے ہیں۔ اس نے بھی شہر صنعاء میں ایک عظیم الشان کنیسہ (گرجا) بنوایا۔ اعلیٰ درجے کے رنگ برنگے پتھر استعمال کئے۔ اس کے علاوہ سونا چاندی اور ہیرے جواہرات سے اُسے مزین کیا۔ گرد و نواح میں پودے لگوائے۔ اور نجاشی شاہ حبشہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے نام سے ایک خوب صورت اور بے نظیر گرجا بنوایا ہے اور کوشش کر رہا ہوں کہ تمام لوگ بیت اللہ کو چھوڑ کر

اس کا طواف کریں۔ اس سے عیسائی مذہب کو تقویت حاصل ہوگی، آمدن بھی ہوگی
اور آپ کا نام بھی روشن رہے گا۔ جب یہ خبر عرب میں مشہور ہوئی تو بنی کنانہ کے
کسی شخص نے غضب ناک ہو کر اُس گرجا کے اندر ٹٹی کر دی۔ ابرہہ کو جب
یہ معلوم ہوا تو اُس نے قسم کھائی کہ جب تک کعبہ شریف کی اینٹ سے اینٹ
نہ بجا دوں گا اُس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ اُس نے نجاشی سے
بھی کثیر فوج اور مست ہاتھی طلب کئے۔ پس وہ ساٹھ ہزار یا ایک لاکھ فوج بمع
ہاتھیوں کے لے کر مکہ معظمہ پر چڑھ آیا اور مکہ سے دو میل دُور مقام مغمس میں
ڈیرے ڈال دیئے اور اپنے ایک سردار کو حکم دیا کہ اہلِ مکہ سے چھیڑ چھاڑ شروع
کرے۔ وہ فوج کا ایک دستہ لے کر مکہ معظمہ آیا اور قریش کی بہت سی بھیڑ
بکریاں اور اُونٹ ہانک کر لے گیا جس میں حضرت عبدالمطلب کے بھی دو سو
اونٹ تھے۔

پھر ابرہہ نے حناطہ حمیری کو سردارانِ مکہ کے پاس بھیجا کہ اُن کو اطلاع کرو کہ
بادشاہ تم سے لڑنے نہیں آیا بلکہ کعبہ شریف کو ڈھانے آیا ہے۔ اگر تم نے مزاحمت
کی تو تم بری طرح مارے جاؤ گے۔ چنانچہ حناطہ مکہ آیا اور حضرت عبدالمطلب سے ملا
جب اُس نے آپ کا چہرہ دیکھا تو اُس کی گردن جھک گئی، زبان لڑکھڑا گئی اور
بے ہوش ہو گیا اور اُس سے ایسی آوازیں نکلنا شروع ہو گئیں جیسے بیل سے ذبح
کے وقت نکلتی ہیں۔ پھر جب اُسے ہوش آیا تو عبدالمطلب کے آگے سرافگندہ ہو
گیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے برحق سردار ہیں۔

پھر اُس نے انتہائی ادب سے ابرہہ کا پیغام دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے
فرمایا ہم بھی لڑنا نہیں چاہتے اور نہ اتنی کثیر فوج سے لڑنے کی ہم میں طاقت ہے۔
رہا کعبہ تو یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اُس کے خلیل حضرت ابراہیمؑ اور اُس کے ذبیح حضرت

اسماعیلؑ کا بنایا ہوا ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ حناطہ نے کہا کہ آپ ابرہہ
کے پاس چلیں تاکہ روبرو گفتگو ہو کر معاملہ طے ہو جائے۔ آپ قریش سے مشورہ
کر کے اپنے بیٹے کے ہمراہ ابرہہ کے پاس گئے۔ وہاں پہنچ کر حناطہ آپ کو باہر کھڑا
کر کے اندر گیا اور آپ کے حسن و جمال، عظمت و شرافت اور سخاوت کا حال بیان کیا اور
بتایا کہ وہ سردارِ مکہ اور خاندانِ قریش سے ہیں اور کعبۃ اللہ کے متولی ہیں۔ ان کا نام
عبدالمطلب ہے۔ میری اُن سے یہ گفتگو ہوئی ہے۔ اب انہیں آپ کے پاس لایا ہوں۔

ابرہہ نے آپ کو اندر بلایا اور آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ تخت سے اُتر کر
نیچے بیٹھ گیا اور آپ کو اپنے پاس برابر بٹھا لیا اور یہ گفتگو ہوئی۔

ابرہہ۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟

عبدالمطلب۔ میرے اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔

ابرہہ۔ (حیران ہو کر) آپ اونٹوں کے بارے میں کہتے ہیں اور کعبہ شریف
جو تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا دین و شرف ہے اور جسے میں ڈھانے کیلئے
آیا ہوں اس کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں کہا؟

عبدالمطلب۔ میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ خانہ کعبہ کا مالک ربِّ جلیل ہے وہ
اپنے گھر کو خود بچائے گا۔

ابرہہ۔ خانہ کعبہ تو اب مجھ سے نہیں بچ سکتا۔

عبدالمطلب۔ پھر تم جانو اور وہ ربِّ قدیر۔

پھر ابرہہ نے کہا انہیں اونٹ واپس دیئے جائیں اور انہیں مست ہاتھی دکھایا
جائے (تاکہ یہ مرعوب ہو جائیں) لیکن جب آپ کو ہاتھی کے سامنے لایا گیا تو وہ
ہاتھی آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا اور اُس نے یہ کہا "اے عبدالمطلب! میرا
سلام ہو اُس نور پر جو تیری پشت میں ہے" (زرقانی علی المواہب)

یہ منظر دیکھ کر ابرہہ کے لشکری حیران رہ گئے۔ آپ اونٹ لے کر واپس آگئے اور قریش کو جمع کر کے فرمایا پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ اور خود چند آدمیوں کو ساتھ لے کر بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے بعد دروازے کے حلقے کو پکڑ کر آنسو بہا بہا کر یوں دعا کی۔

"اے اللہ! ان ظالموں کو دفع کرنے میں مجھے تیرے سوا کسی سے امید نہیں۔ اے میرے رب! اپنے گھر کی تخریب اُن سے روک دے اور اس کی حفاظت فرما۔ بے شک جو تیرے گھر کا دشمن ہے وہ تیرا دشمن ہے۔ پس تُو اپنے اور اپنے گھر کے دشمنوں کو اس سے روک دے کہ وہ اس کو خراب کریں۔ الٰہی ہر شخص اپنے گھر کو دشمن سے بچاتا ہے پس تو بھی اپنے گھر کو ان دشمنوں سے بچا۔ الٰہی آج صلیب کے پوجنے والوں پر اپنے گھر کے رہنے والوں کو فتح دے اور اُن کی مدد کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کی صلیب اور عداوت اور سرکشی تیری قوت اور طاقت پر غالب آجائے۔ اے اللہ! یہ ظالم لوگ اپنے ملک سے لشکروں اور ہاتھیوں کو لائے ہیں تاکہ تیرے پرورش پانے والے بندوں کو قید کر کے لے جاویں۔ ان ظالموں نے نادانی اور جہالت سے تیرے گھر کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہے اور تیرے جلال و رعب سے نہیں ڈرے۔ اگر تو اُن کو چھوڑ دینے والا ہے اور ہمارے قبلہ کو بھی کہ وہ اپنی مرضی کریں تو پھر میرے اللہ! تجھے اختیار ہے جو چاہے کر دے۔"[1]

بارگاہِ رب العزت میں دعا کر کے حضرت عبدالمطلب کوہِ ثبیر پر چڑھ کر بیت اللہ شریف کو دیکھنے لگے۔ اس وقت نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پیشانی میں گول ہلال کی

---

[1] سبحان اللہ! کس طرح لفظ لفظ سے اللہ تعالیٰ کی توحید، جلالت و کبریائی کا یقین ٹپک رہا ہے اب بھی ان کے موحد ہونے کا یقین نہ کرو گے۔؟

صورت میں نمودار ہو کر خوب روشن ہوا۔ یہاں تک کہ اُس کی شعاعیں آفتاب کی مانند خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ اور اُس کی شعاعیں بیت اللہ پر دیکھ کر قریش سے فرمایا خدا کی قسم یہ نور جو میری پیشانی سے چمکا ہے یہ فتح و نصرت کی علامت ہے۔ جاؤ بے خوف ہو کر بیٹھ جاؤ ہم ہی غالب رہیں گے۔

خصائصِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ آپ نے بیت اللہ شریف کے پاس یہ دعا پڑھی "اے اللہ! میں اپنے جانور بچاتا ہوں تو اپنا گھر بچالے" اور خود حرم شریف میں بیٹھ گئے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ابرہہ کو اس گھر پر مسلط نہیں فرمائے گا۔ یہ بات زیادہ عمدہ اور حضرت عبدالمطلب کے شایانِ شان ہے۔ ویسے حقیقت کا علم ہم ربِّ کریم کے سپرد کرتے ہیں۔

دوسرے روز ابرہہ نے اپنے ناپاک مقصد کو پورا کرنے کے لئے لشکر کو آراستہ و پیراستہ کیا اور خود مست ہاتھی "محمود" پر بیٹھا۔ جونہی اس ہاتھی کا منہ مکہ معظمہ کی طرف ہوا تو وہ بیٹھ گیا۔ اسے سخت ضربیں لگائی گئیں لیکن وہ نہ اُٹھا۔ جب اُس کا منہ یمن یا شام کی طرف کیا جاتا تو وہ تیز چلتا۔ آخر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ہولناک آوازیں دیتا ہوا لشکر سے نکل کر کہیں چلا گیا۔ انہوں نے دوسرے ہاتھیوں کو چلایا تو وہ دلیری کے ساتھ چلے۔ جب لشکر بیت اللہ شریف کے قریب آگیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے پرندوں کے غول بھیجے۔ ہر ایک پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں۔ ایک چونچ میں اور دو دو پنجوں میں۔ انہوں نے اس لشکر پر کنکریوں کا مینہ برسا دیا۔ جس پر وہ کنکری گرتی وہ ہلاک ہو جاتا۔ ہزاروں اُسی جگہ اسی وقت ڈھیر ہو گئے اور ہزاروں اس ہولناک عذاب کو دیکھ کر بھاگنے لگے۔ وہ کنکریاں آر پار ہو جاتیں اور جسم میں سخت خارش پیدا کرتیں جس سے جسم کا گوشت باہر بہنے لگتا

ابرہہ کے اپنے جسم میں آگ سی لگ گئی ۔ انگلیاں کٹ کٹ کر گرنے لگیں ، دل پھٹ گیا اور بھاگتا ہوا راستے میں مر گیا۔ اس طرح لشکرِ ابرہہ کو اللہ تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا اور اپنے گھر کی عظمت و شوکت برقرار رکھی ۔ یہ واقعہ سورۃ فیل میں مذکور ہے۔ تفصیل کیلئے ضرور کوئی تفسیر ملاحظہ کریں۔

یہ واقعہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے صرف پچاس روز قبل کا ہے اور یہ کنکریاں آلِ قریش کے پاس بطورِ یادگار محفوظ تھیں ۔ اب اس وادی کا نام "محسّر" ہے ۔ یعنی سختی والی ۔ اس میں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے نکلتے تھے تاکہ عذاب کی باقیات کی نحوست سے محفوظ رہیں ۔

عبداللہ بن زبعری جو مشہور شاعر ہیں اپنے کلام میں یوں یہ واقعہ سناتے ہیں :-

(ترجمہ ملاحظہ ہو)

" بیت اللہ کے دشمنوں کو وادیِ مکہ سے عبرتناک سزا کے ساتھ بھگا دیا گیا ۔ بلاشبہ قدیم ہی سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ (بری نیت سے) اس کے حرم کا کوئی ارادہ نہیں کر سکتا ۔ اگر تجھے معلوم نہیں تو امیرِ فوج " ابرہہ " سے پوچھ کہ اس نے کیا دیکھا ۔ ناواقفوں کو واقف کار بتلا دے گا ۔ ساٹھ ہزار افراد جو بیت اللہ شریف کو گرانے آئے تھے اپنے وطن واپس نہ جا سکے اور ان سے پہلے عاد اور جرہم بھی رہتے تھے انہیں بھی برائی کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ وہ اللہ کریم جو ساری مخلوق کے اوپر ہے وہ اس گھر کو قائم رکھنا چاہتا ہے "۔

حضرتِ عبدالمطلب کا ایک حسین خواب

حضرت ابو طالب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے میرے ابو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ رات کو میں بیت اللہ شریف میں سو رہا تھا کہ میں نے انتہائی خوفناک خواب دیکھا ۔ میں قریش کی کاہنہ

کے پاس گیا اور اس سے اپنا خواب بیان کیا ۔

" میں نے دیکھا کہ ایک درخت اُگا ۔ دیکھتے دیکھتے اس کی شاخیں آسمان تک چلی گئیں اور مشرق و مغرب میں پھیل گئیں ۔ پھر اس درخت سے ایک نور نکلا جس کی روشنی سورج سے ستر گنا تیز تھی ۔ تمام عرب و عجم اس کے سامنے سجدے میں گر گئے ۔ یہ نور بڑھ بھی رہا تھا اور پھیل بھی رہا تھا ۔ پھر یہ نور کبھی ظاہر ہوتا کبھی چھپ جاتا ۔ قریش کی ایک جماعت اس درخت کی شاخوں کے قریب جاتی تو ایک حسین و خوبصورت نوجوان ان کی کمر توڑ دیتا اور ان کی آنکھیں نکال دیتا ۔ میں نے بھی کوشش کی کہ درخت کی شاخ پکڑ لوں مگر میں نہیں پکڑ سکا ۔ تو میں نے پوچھا یہ کس کا حصہ ہے ؟ بتایا گیا کہ یہ ان لوگوں کا حصہ ہے جو تم سے پہلے اس کو پکڑ چکے ہیں "۔

میں اس خواب سے خوف زدہ اور مصیبت زدہ ہو گیا ۔ یہ خواب سُن کر کاہنہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگی اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہاری پشت سے وہ شخص پیدا ہو گا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے گا اور تمام لوگ اس کے سامنے جھک جائیں گے ۔ عبدالمطلب نے ابو طالب سے کہا " شاید تم ہی وہ بچے ہو "۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو گئی تو ابو طالب یہ واقعہ سناتے اور فرماتے " خدا کی قسم ! وہ درخت ابوالقاسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو امین ہیں "۔ پھر لوگ ان سے کہتے کہ آپ کیوں ایمان نہیں لاتے ؟ تو کہتے مجھے بُرے بھلے کا خوف ہے یعنی قریش مجھے مطعون کریں گے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا اور شرم آتی ہے ۔ (خصائصِ کبریٰ صہ ۸۳)

آپکی ایک یمنی یہودی سے ملاقات

حضرت عبدالمطلب ایک مرتبہ یمن تشریف لے گئے تو وہاں ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی ۔ اُس نے پوچھا " تم کون ہو "؟ آپ نے فرمایا " میں قریشی ہوں ۔ ہاشمی ہوں "۔ اُس نے کہا مجھے اجازت دو کہ

میں تمہارا جسم دیکھوں۔ آپ نے فرمایا "ہاں اجازت ہے مگر ستر کی نہیں۔" چنانچہ اس نے آپ کے نتھنے دیکھے اور بولا " میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے میں نبوت ہے۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ یہ نبوت و بادشاہت بنی زہرہ میں ہوگی۔ پھر یہ کیسے ہوا؟" آپ نے کہا " مجھے نہیں معلوم۔" پھر وہ بولا "بیوی ہے؟" آپ نے فرمایا " نہیں۔" اس نے کہا " جاؤ اور بنی زہرہ میں شادی کرلو۔" آپ واپس تشریف لائے اور ہالہ بنتِ وہیب بن عبد مناف (زہری شاخ) سے شادی کرلی جن سے حضرت حمزہؓ اور صفیہؓ پیدا ہوئیں جیسا کہ پہلے گزرا اور اپنے بیٹے حضرتِ عبداللہؓ کی شادی آمنہ بنتِ وہب سے کی۔ تفصیل بابِ چہارم میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

مکہ معظمہ میں آپ کی دعا سے بارش

ایک دفعہ قریش پر سخت قحط سالی ہوگئی۔ لوگ کمزور ہوگئے، ہڈیاں سوکھ گئیں تو رقیقہ بنتِ صفی نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے "اے گروہِ قریش! یہ نبی جو تم میں مبعوث ہونے والے ہیں ان کی بعثت کا وقت قریب آگیا ہے اور اب ان کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ آؤ زندگی اور تروتازگی کی جانب اور اپنے درمیان ایسے شخص کو تلاش کرو جو میانہ نسب، بلند مرتبے اور مقام والا ہو، نرم جلد، گورا اور گھنی پلکوں والا ہو، رخسار ہموار اور ناک بلند ہو اور اُسے ایسا فخر حاصل ہو جسے وہ چھپاتا ہو اور ایسی سنت ہو جس کی جانب وہ بلاتا ہو۔ وہ، اس کا لڑکا اور اُس کا پوتا اور ہر قبیلے کا ایک منتخب فرد جمع ہو کر اپنے اوپر پانی ڈالیں۔ خوشبو لگائیں۔ استلام رکن کریں، بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کریں پھر کوہِ ابو قبیس پر چڑھیں اور یہ شخص قوم کا سردار ہو تو پھر خوب پانی برسے گا۔"

رقیقہ نے جب یہ خواب سنایا تو ہر شخص یہی کہتا کہ یہ شیبۃ الحمد (عبدالمطلب)

ہیں۔ تمام لوگ ان کی طرف جھپٹنے لگے اور ہر قبیلہ سے ایک آدمی گیا پھر ان سب نے اپنے اوپر پانی ڈالا، خوشبو لگائی۔ استلام رکن اور بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر کوہِ ابو قبیس پر چڑھ کر یوں دعا کی:۔

"اے میرے اللہ! بھوک مٹا دے اور تکلیف دور فرما دے۔ تو علیم ہے۔ تجھ سے ہی سوال کیا جاتا ہے۔ یہ تیرے غلام اور تیری باندیاں تیرے حرم میں جمع ہوئے ہیں تاکہ تیرے سامنے خشک سالی کی شکایت کریں جس میں جانوروں کے کھُر تک ختم ہوگئے ہیں۔ اے اللہ خوب پانی برسا۔"

ابھی یہ لوگ اپنی جگہ سے ہٹے نہ تھے کہ بارش اتنی زور سے ہوئی کہ برساتی نالے بھر گئے اور لوگ حضرت عبدالمطلب کو مبارک باد دینے لگے۔ اس واقعہ کے بارے میں رقیقہ کا کلام ہدیہ قارئین ہے، صرف ترجمہ۔

" جب زندگی مٹ گئی اور بارش کا نام و نشان نہ رہا تو شیبۃ الحمد کی دعا پر اللہ نے پانی نازل فرمایا۔ اس قدر پانی برسا کہ گڑھے بھر گئے۔ جانور اور درخت تروتازہ ہو گئے۔ یہ صرف اللہ کا احسان تھا کہ اس نے مضر کو آج کے دن خوشخبری دی اور اس ذات کی خوشخبری جس کے نام مبارک کا مخلوقات میں کوئی ہم رتبہ اور ہم سر نہیں ہے۔"

سبحان اللہ! یہ ہے ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان کی شان تو اُن کے والد کی عظمت کا اندازہ کون لگائے گا۔ یہ سب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ وہ لوگ مرجعِ خلائق تھے اور لوگوں کے دادرس اور ربِ کریم کے حضور ان کے لئے دعا گو اور سفارشی۔ اب انشاء اللہ قیامت کے دن پھر پوری دنیا مع انبیاء ان ہی کے گھر کے چشم و چراغ حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے در پہ حاضر ہوگی اور نوازی جائے گی۔

آپ کی نشست

آپ کے لئے کعبۃ اللہ کے زیرِ سایہ فرش بچھایا جاتا تھا جس پر وہ بیٹھتے تھے اور ان کے بیٹوں میں سے کوئی بیٹا ان کے احترام کی بنا پر ان کی نشست پر نہ بیٹھتا تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آتے تو اپنے دادا جان کی نشست پر بلا تکلف بیٹھ جاتے۔ آپ کے چچے آپ کو وہاں سے ہٹانا چاہتے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے " میرے بیٹے کو نہ اٹھاؤ اسے یہیں رہنے دو"۔ پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرتے اور کہتے "ان کی بڑی شان ہوگی۔ یہ ایسا شرف حاصل کریں گے جو نہ آپ سے قبل کسی عربی نے حاصل کیا ہوگا اور نہ ہی بعد میں کوئی حاصل کرسکے گا"۔

قارئین ! اس سے حضرت عبدالمطلب کی فراست اور ذہانت کا اندازہ لگائیے کہ آپ کتنے روشن دماغ تھے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت ان پر کس طرح آشکارہ تھی۔ آپ کی ایک ایک بات کو اللہ تعالیٰ نے سچ ثابت کر دیا۔ یہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وہ ارشاد مبارک یاد کریں جس میں آپ نے فرمایا اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (مومن کی فراست سے ڈر جاؤ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔) تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عبدالمطلب اعلیٰ درجے کے مومن تھے۔ تب ہی تو ان کی فراست اللہ تعالیٰ کے نور کی مظہر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپکو دیجانیوالی بشارتیں

۱۔ ایک مرتبہ آپ حجرِ اسود کے پاس بیٹھے تھے اور ایک نجران کا پادری جو آپ کا گہرا دوست تھا۔ آپ کے پاس بیٹھا تھا اور آپ سے باتیں کر رہا تھا کہ اولادِ اسمٰعیل میں جو نبی باقی ہیں ہم ان کے اوصاف سے واقف ہیں۔ یہ شہر اُن کی جائے پیدائش ہے اور یہ ان کی صفات ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پادری آپ کی آنکھوں، پشت

اور قدم مبارک دیکھ کر کہنے لگا یہی ہے وہ۔ تمہارا کیا لگتا ہے ؟ آپ نے فرمایا میرا بیٹا ہے۔ بولا نہیں اس کا باپ زندہ نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا میرا پوتا ہے۔ ان کے باپ کا انتقال اسی وقت ہو گیا تھا جب کہ یہ شکمِ مادر میں تھے۔ بولا ٹھیک ہے۔ اس پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو کہا اپنے بھتیجے کی حفاظت کرو۔ تم نے سُن ہی لیا کہ ان کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے اور پھر اُمّ ایمن (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خادمہ) کو بھی وصیت کر دی کہ اس بچے سے غافل نہ رہنا کیونکہ اہلِ کتاب کا خیال ہے کہ یہ نبی ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیدائش کے دو سال بعد سیف بن ذی یزن حبشہ کا بادشاہ بنا تو قریش کا ایک وفد حضرت عبدالمطلب کی قیادت میں اسے مبارک باد دینے کے لئے گیا۔ سیف حضرت عبدالمطلب کو دیکھ کر کہنے لگا "اے عبدالمطلب! میں تمہیں اپنے علم سے ایک راز بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک بہت بڑی بھلائی ظاہر ہوگی اور ایک عظیم واقعہ پیش آئے گا جس میں تمام لوگوں اور تیرے قبیلے کے لئے بہت بڑا شرف ہے اور خاص طور پر تیرے لئے"۔ عبدالمطلب نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ اُس نے کہا" سرزمینِ تہامہ سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک تِل ہوگا وہ قیامت تک کے لئے امام و سردار ہوگا۔ یہی اس کی پیدائش کا وقت ہے۔ شاید پیدا ہو گیا ہو۔ اس کا نام محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہوگا۔ اس کے والدین انتقال کر جائیں گے۔ اس کے دادا اور چچا اس کی کفالت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُسے علی الاعلان بھیجیں گے۔ اور ہمیں اس کا مددگار بنائیں گے۔ ان کے دوست عزت پائیں گے اور دشمن ذلیل و رسوا ہوں گے۔ وہ اپنے دوستوں کی مدد سے ملک فتح کریں گے۔ خدا کی عبادت کریں گے۔ بتوں کو توڑیں گے۔ ان کا قول فیصلہ کرنے والا اور حکم انصاف والا ہوگا۔ نیکی کا حکم دیں گے اور خود اسے سرانجام دیں گے۔ برائی سے روکیں گے اور برائی کو ختم کر دیں گے۔ قسم ہے پردوں والے گھر (بیت اللہ) کی، تم بلاشبہ اس کے

دادا ہو۔ کیا تم نے بھی کوئی ایسی بات محسوس کی ہے۔؟

عبدالمطلب بولے "ہاں ! میرا ایک پسندیدہ بیٹا (عبداللہ) تھا۔ اس کی شادی خاندان کی شریف ترین خاتون آمنہ سے کر دی تھی۔ ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا ہے۔ اس کے ماں باپ انتقال کر گئے ہیں اور میں نے اور اس کے چچا نے اس کی کفالت کی ہے۔"

اس پر سیف نے کہا میں نے بھی تو یہی کہا تھا۔ اس بچے کی حفاظت کرو اور اسے یہود سے بچاؤ کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں مگر خدا انہیں کامیابی نہیں دے گا۔ اگر مجھے علم نہ ہوتا کہ ان کی بعثت سے قبل ہی میری موت مجھے ختم کر دے گی تو اپنی ساری فوج لے کر مدینہ منورہ پہنچ جاتا کیونکہ انہیں کامیابی مدینہ منورہ میں ہی ہوگی۔ وہیں ان کے مددگار (انصار) ہوں گے اور وہیں ان کا انتقال ہوگا۔

۳۔ تیسری بشارت یمنی یہودی کی ملاقات کے زیرِ عنوان گزر گئی۔

آپ کے گمشدہ اونٹ

آپ کی جب بھی کوئی چیز گم ہوتی اور وہ نہ ملتی تو حضرت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجتے تو وہ فوراً مل جاتی۔ ایک مرتبہ آپ کے اونٹ گم ہو گئے تو ان کی تلاش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو آپ نے تھوڑی دیر لگائی۔ حضرت عبدالمطلب بے چین ہو گئے اور طوافِ کعبہ کے دوران یہ جملے کہے۔ " محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اونٹ لے کر آ جاؤ۔ اے میرے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو واپس بھیج دو اور مجھ پر رحم فرماؤ۔" تھوڑی ہی دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کو تلاش کر کے تشریف لے آئے۔

آپ کی دعائیں فوراً قبول ہوتی تھیں۔ پھر میں خود حیران ہوں کہ اتنی خوب صورت دعائیں قبل از اسلام خدا جانے ان کو کس نے سکھائیں۔ یہ دعائیں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ

اللہ تعالیٰ کے سچے بندے اور اس سے محبت رکھنے والے تھے۔ آپ کی کسی دعا میں کسی بت کا نام تک نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ وہ دور ہے جب بیت اللہ شریف بتوں سے بھرا پڑا تھا۔

نام سے نیک فال

جب حضرت حلیمہ سعدیہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے لئے تشریف لائیں تو حضرت عبدالمطلب کو چند غیبی آوازیں آئیں جن کا لب لباب مندرجہ ذیل ہے۔

" بے شک آمنہؓ کا بیٹا امین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ وہ پوری مخلوق سے بہتر اور بہتروں سے بہتر ہے۔ حلیمہؓ کے سوا اسے کوئی دودھ نہیں پلائے گی۔ کیونکہ وہ صاف لباس والی اور برائیوں سے محفوظ ہے۔ پس اس بچے کو حلیمہؓ کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرنا۔"

جب حضرت حلیمہؓ حضرت عبدالمطلب کو ملیں تو آپ مسکرائے اور پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا حلیمہ سعدیہؓ۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا تیرے پاس سعادت اور حلیمی دو خوبیاں ہیں۔ تیرے سارے ہی کام سنور جائیں گے۔ روشن چہرے والے میرے بیٹے کو رضاعت کے لئے لے جانا۔

آپ نے حلیمہؓ کے نام سے اچھی فال لی۔ یہ طریقہ اسلام میں بھی رائج ہے اور خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ ہجرت میں حضرت بریدہ اسلمیؓ کے نام سے معاملہ ٹھنڈا ہونے اور سلامتی کی فال لی تھی۔ سبحٰن اللہ ! حضرت عبدالمطلب کی سنت ہمیشہ جاری کر دی گئی۔

آپ کی وفات

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے تھے تو حضرت عبدالمطلب ۸۲ یا ۱۱۰ یا ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ امّ ایمن بیان کرتی ہیں کہ آپ کے جنازے کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روتے جا رہے تھے۔ آپ کی وفات پر امیمہ

نے مندرجہ ذیل مرثیہ لکھا :۔ (ترجمہ)

"اے میری دونوں آنکھو! آنسو بہاؤ ایسے شخص پر جو نیک سیرت، کریم اور فیاض ہے۔ اُن پر جو صاحبِ عظمت، بخت ور اور اہلِ حاجت کی مدد کرنے والے تھے۔ حسین چہرے والے اور بلند مرتبے والے تھے۔ آنسو بہاؤ اس شیبۃ الحمد پر جو صاحبِ کرامت بزرگی اور عزت و فخر والا ہے۔ زمانے کے حادثوں کے وقت بہت حلم و صبر کرنے والے بہت فضل والے، بڑی خوبیوں والے، بڑے سخی اور مال دار تھے۔ ان کو اپنی قوم پر فضیلت و برتری حاصل ہے اور وہ چاند کی طرح منور ہیں۔ یہ سارے فضائل ان میں جمع تھے مگر موت آئی تو گردشِ ایام اور حادثہ تقدیر سے انہیں نہ بچا سکی۔ (طبقات ابن سعد)

اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۵ آباء کا تذکرہ مکمل ہوا۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ اور والدہ حضرتِ آمنہؓ کے حالات باب نمبر ۲۸ میں سپردِ قلم کرونگا۔

قارئین! اب آپ کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کتنی کرامت والے تھے۔ انہیں سید العرب، کبیر العرب اور سید القوم کہا جاتا تھا۔ خوب صورت اتنے تھے کہ قمر البطحاء، نرم جلد والے اور روشن چہرہ والے کہلاتے تھے۔ ان کے اخلاق اتنے اعلیٰ تھے کہ انہیں اپنی قوم میں بہترین، شریف اور عظیم انسان سمجھا جاتا تھا۔ ان کے اقتدار اتنے مسلّم تھے کہ ان میں سے اکثر بادشاہ گزرے ہیں اور ان کے گھروں میں قومی تقریبات منعقد ہوتی تھیں۔ اتنے مہیب تھے کہ انہیں قریش کہا جاتا تھا۔ اتنے ہر دلعزیز تھے کہ ان کے ہاتھوں اور قدموں پر بوسہ دیا جاتا تھا۔ یہ کیوں نہ ہوتا وہ محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کے امین تھے۔ ان میں سے ہر ایک امتیازی شان کا حامل تھا۔ سب موحد، عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے والے تھے اور حتی المقدور دینِ ابراہیمی پر قائم رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

نوٹ :۔ اس باب کی ساری معلومات میں نے مندرجہ ذیل چھ کتابوں سے اخذ کیں۔ صرف انبیاءِ کرام کے حالات قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھے یا پھر دیگر آباؤ اجداد کے حالات میں اپنی معلومات سے ہلکا پھلکا اضافہ کیا۔

۱۔ تاریخ طبری ۔	علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ
۲۔ الذکر الحسین ۔	مولانا شفیع اوکاڑھویؒ
۳۔ الوی مصطفےٰ ۔	علامہ سیوطیؒ
۴۔ خصائصِ کبریٰ ۔	
۵۔ سیرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ۔	علامہ نور بخش توکلیؒ
۶۔ تاریخ اسلام ۔	اکبر نجیح آبادی

میں نے کوشش کی کہ ان سب کتابوں کے واقعات خوب صورتی سے جمع کروں کہ اصل واقعہ علم و عقل کی روشنی میں ترجمانِ حقیقت ہو۔ ان کتابوں کی عبارتوں کو میں نے سہل، آسان، سلیس، عام فہم، رواں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے شایانِ شان کر دیا۔ اللہ کریم ان مصنفین پر رحم فرمائے جن کی تصنیفات میرے شوق کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوئیں۔

باب نمبر ۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان و مقام

نورِ ایماں کے وہ درخشاں ہلال　　جن کو دیکھے سے جاتا ہے سب ملال
ختم جن پہ ہوا نورِ حُسن و جمال　　اُمی اَبو وہ ان کے دو بدرِ کمال
ان کی عظمت شرافت پہ لاکھوں سلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین مؤمنین، صاحبِ مقام، بہترین، شریف ترین اور احسن ترین انسان تھے۔ میں نے ان کا مقام و ایمان ہی واضح کرنے کے لئے قلم اٹھایا تھا۔ اس لحاظ سے یہی باب کتاب کا اصل مقصود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا بظاہر قبولِ اسلام اور شرفِ صحابیت

حضرتِ علامہ جلال الدین سیوطیؒ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ۷۲، مرتبہ بیداری میں دیدار کرنے والی شخصیت اپنی شہرہ آفاق کتاب "ابوی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں یوں گوہر بار ہے کہ:-

" اکابر محدثین کی ایک جماعت اس طرف مائل ہوئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ اور ان کا مائل ہونا اس حدیثِ پاک کی رو سے ہے جو متعدد کتابوں میں مذکور ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے بعد آپؐ نے ہمارے ساتھ عقبۃ الحجون[1] (بر صفحہ ثانی)

پر گزر فرمایا اس حال میں کہ آپ مغموم محزون اور رو رہے تھے۔ جب ہم ٹھہر گئے تو کافی دیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے دُور رہے پھر جب واپس تشریف لائے تو مسکرا رہے تھے اور میرے دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس فرما دیا۔ (مفہوم حدیث)

گو اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن بڑے بڑے علماء نے اسے قبول کیا ہے اس کے متعلق ان کی رائے ملاحظہ ہو:-

۱۔ حضرت سہیلیؒ اپنی کتاب "الروض الانف" میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت و رحمت سے کوئی چیز بعید نہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس طرح چاہے انہیں مخصوص فرمائے اور اپنے کرم سے جو چاہے انعام عطا فرمائے۔

۲۔ حافظ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ زندہ کرنے والی حدیث اور استغفار سے ممانعت والی حدیث (آگے بمع شرح آ رہی ہے) میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ والدینِ کریمین کے زندہ کرنے والی حدیث، حدیثِ استغفار سے بعد کی ہے کیونکہ یہ حدیث حجۃ الوداع کی ہے جو وصال سے صرف تین ماہ قبل ہے۔ دوسرا یہ کہ والدین کریمین کا زندہ فرمایا جانا اور ان کا ایمان لانا نہ عقلاً محال ہے اور نہ شرعاً۔

۳۔ علامہ ابنِ شاہینؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث گذشتہ تمام حدیثوں کی ناسخ ہے۔

۴۔ علامہ ناصرالدین مالکیؒ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مُردوں کا زندہ کرنا ایسا ہی واقع ہے جیسا کہ حضرتِ عیسٰی ابنِ مریمؑ سے۔ آپؐ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے والدینِ کریمین کو زندہ فرما دیا۔ وہ ایمان لائے اور

(گذشتہ سے پیوستہ) [1] جگہ کا نام۔

تصدیق کرتے ہوئے مومن ہو کر وصال فرماگئے۔

۵۔ حافظ فتح الدینؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے زندہ فرمائے جانے والی حدیث اور سابقہ احادیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔

۶۔ حافظ شمس الدین دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت پر فضیلت عطا فرمائی کیونکہ وہ بہت مہربان ہے۔ لہٰذا آپؐ کے والد اور والدہ کو آپؐ کے ایمان لانے کے لئے زندہ فرمانا مزید لطف و فضل ہے کیونکہ ان کا اسلام لانا پہلے ہی مقدر تھا۔

ان علماء کے علاوہ ذیل میں ان مشاہیر حضرات کی فہرست دی جارہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو مومن یقین کرتے تھے۔

۱۔ امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہینؒ۔ ۳۳۰ کتابوں کے مصنف ہیں۔ مفسر و محدث ہیں۔

۲۔ شیخ المحدثین احمد بن خطیب علی بغدادیؒ۔

۳۔ امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکرؒ۔ عظیم محدث گزرے ہیں۔

۴۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلیؒ۔ روض الانف کے مصنف ہیں۔

۵۔ حافظ الحدیث امام محب الدین طبریؒ۔ امام نووی کے بعد ان جیسا محدث پیدا نہیں ہوا۔

۶۔ امام علامہ ناصر الدینؒ۔ مصنف "شرف المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

۷۔ امام حافظ الحدیث ابوالفتح محمد بن محمدؒ۔ مصنف "عیون الاثر"۔

۸۔ علامہ صلاح الدین صفدیؒ۔

۹۔ حافظ شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقیؒ۔

۱۰۔ شیخ الاسلام حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانیؒ۔ (شارح بخاری)

۱۱۔ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ مالکیؒ۔

۱۲۔ ابوالحسن علی بن محمد بصریؒ۔ مصنف "الحاوی الکبیر"

۱۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن خلف مالکیؒ۔ شارح صحیح مسلم۔

۱۴۔ امام عبداللہ محمد بن احمد قرطبیؒ۔ مصنف "تذکرہ"

۱۵۔ امام فخر الدین رازیؒ۔ مصنف "تفسیر کبیر"

۱۶۔ علامہ شرف الدین مناویؒ۔

۱۷۔ حافظ عبدالرحمٰن سیوطیؒ۔ ۵۰۴ کتابوں کے مصنف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۷۲ مرتبہ بیداری میں زیارت کرنے والی شخصیت۔

۱۸۔ حافظ ابن حجر مکیؒ۔ استادِ محترم ملا علی قاری۔ مصنف "نعمت کبریٰ"

۱۹۔ شیخ نور الدین مصریؒ۔ انہوں نے والدینِ کریمین کی عظمت میں ایک رسالہ لکھا۔

۲۰۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی حسنیؒ۔ شارح شفا شریف۔

۲۱۔ علامہ محقق سنوسیؒ۔

۲۲۔ عارفِ کامل عبدالوہاب شعرانیؒ۔ مصنف "الیواقیت والجواہر"

۲۳۔ علامہ احمد بن محمدؒ۔ شارح دلائل الخیرات۔

۲۴۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانیؒ۔ شارح "المواہب"

۲۵۔ امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردیؒ۔ مصنف "المناقب"

۲۶۔ علامہ زین الدین مصریؒ۔ مصنف "الاشباہ والنظائر"

۲۷۔ علامہ حمویؒ۔ مصنف "العیون والبصائر"

۲۸۔ علامہ حسین بن محمدؒ۔ مصنف "الخمیس فی نفس نفیس"

۲۹۔ علامہ شہاب الدین احمد خفاجیؒ۔ مصنف "نسیم الریاض"

۳۰۔ طاہر فتنیؒ۔ مصنف "مجمع بحار الانوار"

۳۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ مصنف "اشعت تلمعات۔ مدارج النبوۃ" وغیرہ۔

۳۲۔ مصنف کنز الفوائد۔

۲۳- عبدالعلیؒ۔ مصنف " فواتح الرحموت "

۲۴- سید احمد مصری طحطاویؒ۔ دُرِ مختار - فقہ کی کتاب پر حاشیہ لکھنے والے۔

۲۵- علامہ شامیؒ۔ مصنف " درالمختار "

۲۶- اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ اور ان کے مقلدین بریلوی علماء۔

یہ تو صرف مشاہیر کے نام ہیں ورنہ ہر اہلِ بصیرت اس مسئلہ کا قائل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین صاحبِ ایمان و صاحبِ مقام ہیں۔

اور پھر وہ علماءِ کرام جو ان احادیث کے قائل نہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم والدینِ کریمین کے متعلق کچھ ناحق باتیں کریں۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والا لعنتی اور مستحقِ عذاب ہے۔

حضرت قاضی ابوبکر ابن عربیؒ سے کسی نے پوچھا کہ فلاں کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین آگ میں ہیں تو آپ نے فرمایا یہ کہنے والا لعنتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی :-

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجی ہے"۔

پس مکمل ہوا علامہ سیوطیؒ کا بیان۔

زندہ کرنے والی حدیث کا فائدہ

اس حدیثِ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روتے اور پریشان خاطر ہونے کا ذکر ہے اور پھر حضرتِ آمنہؓ کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کے بعد خوشی و انبساط کا بیان ہے۔ اس سے شاید کوئی یہ سمجھے کہ اگر حضرتِ آمنہؓ

پہلے ہی سے ایمان دار ہوتیں تو پھر آپ پریشان کیوں ہوتے۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے محرومیِ ایمان کی وجہ سے نہ روتے تھے بلکہ محرومیِ صحابیت کی وجہ سے روتے تھے جس پہ ہزاروں ولایتیں قربان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً یہ غم ہوتا ہوگا کہ لوگ مقامِ صحابیت لوٹ رہے ہیں اور میرے دیدارِ مبارک سے اعلیٰ روحانی درجات پر فائز ہو رہے ہیں۔ کاش آج میرے والدین ہوتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر دیا۔

اب آیئے آپ کو وہ حدیث بھی سنادوں جو مسلم شریف میں نقل ہوئی ہے اور جس سے قارئین کو پریشانی ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور بہت روئے۔ اپنے ارد گرد والے صحابہ کو بھی رُلا دیا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے رب سے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تھی۔ وہ مجھے نہیں دی گئی اور میں نے یہ اجازت بھی لی تھی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں پس مجھے اجازت دی گئی۔ پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کو یاد کرواتی ہے۔

میں صرف اس لائن کی وضاحت کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بہت سے علماء ان احادیث کو منسوخ کہہ چکے ہیں لیکن ہم اس کو قائم رکھ کر اسی موقف کو دُہرائیں گے کہ دعائے مغفرت سے اس لئے نہیں منع کیا گیا کہ آپ ایمان دار نہیں تھیں بلکہ اس لئے کہ وہ گنہگار نہیں تھیں اور دعاءِ مغفرت صرف گنہگاروں کے لئے ہوتی ہے۔ دیکھو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی مغفرت نہیں مانگتے بلکہ ان کی شفاعت و رفاقت مانگتے ہیں۔ اسی طرح ہم معصوم بچوں کی نمازِ جنازہ میں ان کی مغفرت کی بجائے ان کی شفاعت مانگتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی معاملہ یہاں ہے۔ اگر وہ ایمان دار نہ ہوتیں تو اُن کی قبر پہ کھڑے ہونے کی اجازت بھی نہ ملتی۔ کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد ہے :-

وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ

"اور منافق یا کافر کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہونا۔ بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول سے کفر کیا اور وہ فاسق مرے"! (سورۃ توبہ، آیت ۸۴)

اس سے ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مومنہ تھیں
اور اب بھی کوئی اگر اس حدیث کو اسی معنی میں لے کہ یہ ممانعت قبولِ اسلام نہ ہونے کی
وجہ سے ہے تو ایسے شخص کو "ابوی مصطفےٰ" میں علامہ سیوطیؒ کے وہ جوابات پڑھ لینے
چاہئیں جو انہوں نے حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں اور حنبلیوں کو فرداً فرداً دیئے ہیں اور
انہیں خاموش کر دیا ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اہلِ فترت میں

مندرجہ بالا بیان کا تو کوئی قائل ہوگا اور
کوئی نہیں۔ لیکن اب جو باتیں آرہی ہیں وہ عقل کے بہت زیادہ قریب ہیں اور جس پر
اللہ تعالیٰ نے حق کا دروازہ بند نہ کر دیا ہو وہ ضرور ان کو مان لے گا۔

فترت وہ زمانہ ہوتا ہے جب پہلے نبی کی تعلیمات مٹ جائیں اور نیا نبی نہ آئے
امتِ مسلمہ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرتِ عیسیٰؑ اور ہمارے نبی پاک محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور ان کے درمیان تقریباً ۶۰۰ برس کا زمانہ ہے۔ ظاہر
ہے کہ ان کی تعلیمات اتنے عرصے میں مٹ گئی ہوں گی۔ کیونکہ آپ کی رفعت کے وقت
ہی انجیل محفوظ نہیں کی گئی بلکہ آپ کے حواریوں نے اپنی یادداشتوں سے اسے مرتب
کیا اور ہر ایک کی اپنی ہی ایک انجیل تھی اور پھر مسیحی تعلیمات کو پھیلانے والا تو پولوس
ہے جو حواری بھی نہیں تھا اور اس نے مسیحیت کا حلیہ بگاڑ دیا اور تقریباً یونانیوں کی
تمام مشرکانہ رسوم اس کا مذہبی حصہ بنا دیں[1]۔
اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعلیمات تو خالص صورت میں بنی اسرائیل کو

[1] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "اسلام اور مذاہب عالم" از اسرار الرحمٰن بخاری۔

بھی نہیں ملیں چہ جائیکہ دُور دَراز حجاز میں پہنچتیں۔ دوم یہ کہ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے
نبی تھے اور غیر بنی اسرائیل پر ان کی اتباع لازم بھی نہیں تھی[1]۔ اور والدینِ رسول صلی اللہ
علیہ وسلم بنی اسمٰعیل میں سے تھے اور اس وقت تک شرعاً مکلف نہیں ٹھہرائے جا سکتے
جب تک کوئی نبی ان کی قوم میں مبعوث نہ ہو۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کے درمیان تقریباً
تین ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ ان کی تعلیمات تو بالکل محفوظ نہ تھیں اور جو کچھ عدنانیوں اور قریشیوں
میں رائج تھا وہ تو اسے عین دینِ ابراہیمی سمجھتے تھے۔ ایسے دَور میں تو توحید پر قائم رہنا
ہی عظیم نیکی ہے اور یہ شرف بفضل اللہ تعالیٰ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین
بلکہ آپ کے آباؤ اجداد کو بھی حاصل تھا۔ اور اس پر درجنوں دلائل ہیں جیسا کہ آپ نے
پہلے دو اَبواب میں پڑھا۔

اب دیکھئے کہ اہلِ فترت کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ توحید پرست۔

۲۔ بے خبر۔

۳۔ موجدِ شرک (شرک ایجاد کرنے والے)

توحید پرست تو انشاء اللہ نجات پائیں گے۔ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
آباء، والدین، قیس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ ہیں۔
دوسرے ہیں بے خبر جن کے پاس رسول یا رسول کی تعلیمات یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
کی کوئی خبر نہیں آئی تو ان کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ کیونکہ وہ یہ کہنے میں حق
بجانب ہوں گے کہ اے اللہ! ہمارے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ بعض احادیث
میں بے خبر اہلِ فترت کے ساتھ بہرا شخص، بے عقل، دیوانہ اور نابالغ بچہ بھی شامل کیا

[1] قاعدۂ نبوت یہی ہے کہ نبی جتنے لوگوں یا قوموں کے لئے مبعوث ہوتا ہے صرف وہی اس کی
اطاعت اور اتباع کے پابند ہوتے ہیں۔

گیا ہے۔ بہر حال ان کا امتحان لیا جائے گا۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ میں داخل ہونے کا حکم دیں گے تو اُن کے دو گروہ بن جائیں گے۔ ایک فوراً اطاعت کرے گا اور یہی امتحان میں پاس ہو جائے گا اور دوزخ سے بچا لیا جائے گا۔ اور دوسرے گروہ کے لوگ حکم سن کر کھڑے ہو جائیں گے اور عرض کریں گے یا رب یہ کیوں ہے۔ ہمارے پاس تو رسول بھی نہ آئے اور رُک جائیں گے تو پھر انہیں گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور کہا جائے گا اب جبکہ "تم نے میری نافرمانی کی ہے تو میرے رسولوں کو اس سے بڑھ کر جھٹلاتے اور نافرمانی کرتے۔"

اور تیسری قسم موحدِ نشرک[1] اور مشرک اہلِ فترت کی ہے۔ یہ لوگ یقیناً دوزخی ہیں۔ اس قسم کی درجنوں روایات میں نے پڑھی ہیں۔ (ابوی مصطفےٰ[۱م])

جمہور علماءِ اہلِ سنت کا فرمان ہے کہ "وہ اہلِ فترت جو توحید پر قائم رہیں نجات یافتہ ہیں"۔ تو اس ساری بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اہلِ توحید میں سے ہیں، اہلِ نجات میں سے ہیں، اہلِ ایمان میں سے ہیں اور اہلِ مقام اولیاء میں سے ہیں۔ اس پر انشاء اللہ آگے چل کر مزید روشنی ڈالوں گا۔

رسول کے بھیجے بغیر اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دیتے

یہ قانونِ خداوندی ہے کہ رسول بھیجنے سے قبل عذاب نہیں دیا جاتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱۵)

"اور ہم عذاب کرنے والے نہیں یہاں تک کہ ہم رسول بھیج دیں۔"

---

[1] عرب میں شرک کو ایجاد کرنے والا عمرو بن لحیی ہے۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ اسی نے گھڑے اور کعبہ شریف میں بت پرستی رائج کی۔ یہ بڑا بدبخت انسان تھا جس کی بدبختی سے دیگر بے شمار لوگ بھی دوزخ کی نذر ہو جائیں گے۔

محققین، مفسرین اور محدثین کے نزدیک مختار قول یہی ہے کہ جسے رسول کی دعوت نہ پہنچے وہ عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اور میں نے اوپر واضح کیا ہے کہ کسی نبی کی بھی تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین تک نہیں پہنچیں۔ اس لئے وہ قانونِ قرآن کے مطابق اہلِ عذاب میں سے نہیں ہو سکتے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کے والدین کے اہلِ جنت ہونے پر مزید شہادتیں

۱۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى[1] "آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔ (تفسیر ابنِ جریر)

آپ کے اس قول کو تقویت اس حدیث سے بھی پہنچتی ہے جو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب سے سوال کروں گا کہ میرے اہلِ بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ میرے اس سوال کو قبول فرمائے گا۔ (ابوی مصطفےٰ[۱م])

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے گھر والے جن کو دعوتِ حق نہیں پہنچی اہلِ جنت میں سے ہوں گے۔ صرف گرفتارِ عذاب وہی ہو گا جس نے دعوتِ اسلام کو ٹھکرایا ہو گا۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت قائم ہو گی تو میں اپنے والد، والدہ، چچا ابو طالب اور اپنے رضاعی بھائی کے لئے شفاعت کروں گا۔ (ابوی مصطفےٰ[۱م])

---

[1] سورۃ الضحیٰ، آیت نمبر ۵۔

ف : ممکن ہے یہ خصوصی شفاعت ہو اور درجات کو بلند کرنے کے لئے ہو۔ وگرنہ والدینِ کریمین کی بخشش انشاء اللہ یقینی ہے۔ اس شفاعت سے ابو طالب کا عذاب ہلکا ہو جائے گا اور وہ دوزخ میں سب سے کم عذاب والے ہو جائیں گے جیساکہ حدیث پاک میں ہے لیکن ان کی بخشش نہیں ہو سکتی کیونکہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں دعوتِ اسلام کو قبول نہیں کیا جبکہ پیش کرنے والے خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تھے۔ یہاں ایک اور بات قابلِ غور ہے کہ سب سے کم عذاب پانے والے حضرت ابو طالب ہیں اور یہ رعایت صرف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پرورش کرنے کی وجہ سے ہے تو اگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اپنے والدین کریمین دوزخ میں ہوتے تو سب سے زیادہ نرمی کے وہ مستحق ہوتے۔ اس لئے یہاں سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین انشاء اللہ جنت میں ہوں گے۔

۳۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آباء دینِ حنیف پر گامزن تھے اور اس پر اُن کی اولاد میں سے ایک جماعت گامزن رہی ہے۔ حضرت آمنہ رضؓ کا الوداعی کلام اس پر شاہد ہے۔

۴۔ احادیثِ صحیحہ دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آباء میں ہر شخص سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آپؐ کے والد ماجد تک اپنے اپنے زمانے میں سب سے بہتر اور افضل رہا ہے اور ہر ایک زمانہ میں کوئی دوسرا ان سے بہتر اور افضل نہ تھا۔

۵۔ احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں کہ روئے زمین پر حضرتِ نوحؑ یا حضرتِ آدمؑ کے عہد سے حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت تک اور بعثت سے لے کر قیامت تک ہمیشہ کچھ لوگ دینِ فطرت پر رہے اور رہیں گے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، توحید کو مانیں اور نمازیں پڑھیں۔ انہیں کی وجہ

سے زمین قائم ہے اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین سیاہ ہو جاتی اور اس پر رہنے والے ہلاک ہو جاتے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا تو پھر قطعاً واجب ہے کہ وہی سب سے افضل ہوں اور ان کو دینِ حنیف پر تسلیم کیا جائے۔

(یہ تینوں اقوال علامہ سیوطیؒ کے ہیں منقول از ابوی مصطفےٰؐ)

۶۔ سید ابو البرکات فرماتے ہیں کہ ایمان کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) میثاقی۔

(۲) فطری۔

(۳) تبلیغی۔

پہلے دو اس شخص کے لئے کافی ہیں جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت نہ پہنچے۔ پس یہ دونوں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کو حاصل تھے۔ رہا ایمانِ تبلیغی تو وہ عہدِ فترت پر پیدا ہونے کے باعث اس کے مکلف نہ تھے۔ لیکن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ خاص معجزہ ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خواہش پر انہیں زندہ کیا گیا آپؐ نے انہیں دعوتِ اسلام دی جو انہوں نے قبول کی (جیساکہ حدیثِ پاک میں گزرا) پس وہ ایمانِ تبلیغی سے بھی بہرہ وَر ہوئے۔ (ان کا ایمان ہر لحاظ سے مکمل ہو گیا۔)

(افادات سید ابو البرکات فی نعمتِ کبریٰ)

۷۔ علامہ سیوطیؒ ابوی مصطفےٰؐ میں لکھتے ہیں کہ یہ قاعدۂ نبوت رہا ہے کہ نبی کی ماں مومن ہوتی ہے جس طرح اس کی بیوی زناکارہ نہیں ہوتی تو پھر سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی والدہ ماجدہ ایمان سے کیسے محروم رہ سکتی ہیں۔

۸۔ انبیاء صرف پاکیزہ عورتوں کا ہی دودھ پیا کرتے ہیں اس لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہر دودھ پلانے والی مسلمان ہوئی۔ (حضرتِ آمنہؓ، حضرتِ حلیمہؓ، حضرتِ ثویبہؓ

اور حضرت ام ایمنؓ)

مقامِ والدینِ مصطفےٰ ﷺ علم الصدور کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمیں جو علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے ملے ہیں ان کی دو بڑی قسمیں ہیں :-

۱۔ منقولہ علوم۔

۲۔ روحانی علوم۔ (علم الصدور۔ سینوں کا علم)

منقولہ علوم سے مراد قرآنِ پاک ، حدیث پاک اور ان کی فقہی تشریحات میں مذکور ہونے والے علوم ہیں۔ شریعت کا دارومدار ان ہی علوم پر ہے۔ یہ کتابوں میں لکھے جاتے ہیں سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں اور نسلاً در نسلاً نقل ہوتے رہتے ہیں اور ہر مسلمان پر بقدرِ ضرورت حاصل کرنا فرض ہوتے ہیں۔

علوم کی دوسری بڑی قسم روحانی علوم کی ہے۔ یہ علوم کتابوں کے ظرف سے عالی ہیں۔ یہ صرف انسانی قلب کی گہرائیوں ، پنہائیوں اور وسعتوں میں ودیعت کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کا ہر کوئی اہل نہیں ہوتا۔ کوئی کوئی اس قابل ہوتا ہے کہ اس کو اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا جائے۔ یہ علوم انسانی قلب کی دوسری کھڑکی جو عالم ملکوت کی طرف کھلتی ہے ، کے ذریعے عطا کئے جاتے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ انسانی قلب کی دو کھڑکیاں ہیں۔ ایک عالم ظاہر کی طرف حواس خمسہ کے ذریعے کھلتی ہے۔ یعنی انسان جو علم دیکھ کر، سُن کر، سونگھ کر، چکھ کر اور چھو کر حاصل کرتا ہے وہ اس کھڑکی کے ذریعے دل

اور دماغ میں جاتا اور محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن دل کی دوسری کھڑکی عالم ملکوت (روحانی جہان) کی طرف کھلتی ہے۔ خوابیں اسی کھڑکی سے دکھائی جاتی ہیں۔ جس طرح خواب میں آدمی بولتا ہے لیکن اس کی ظاہری زبان نہیں ہلتی ، چلتا ہے لیکن ظاہری جسم چارپائی پر پڑا رہتا ہے۔ ایسے ہی بیداری میں جب یہ کھڑکی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت سے کھل جاتی ہے تو وہی خواب والے مناظر نظر آنے لگتے ہیں۔ اس طرح آدمی بہت جلد اور آسانی سے بے شمار علوم حاصل کرنے لگتا ہے۔ پھر جب وہ کمال حاصل کر لیتا ہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم القاء ہونے لگتے ہیں۔ وہ بہت جلد ایسا علم حاصل کر لیتا ہے کہ صدیوں پڑھنے پڑھانے سے نہ آئے۔ اس کیفیت کو کشف کہتے ہیں۔ یہ کیفیت انبیاء میں اعلیٰ ترین اور اولیاء میں حسب استطاعت ہوتی ہے۔ الغرض انبیاء اور کاملین اولیاء کو اس کھڑکی سے علم دیا جاتا ہے جو ظاہری علوم سے اربوں گنا زیادہ ہوتا ہے۔ یہ علوم حاصل کرنے کے لئے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے چمکانا پڑتا ہے۔ جب یہ آئینہ بن جاتا ہے تو پھر عالم ملکوت کو حسبِ استطاعت اپنے اندر منعکس کرتا ہے۔

(تفصیل کے لئے کیمیائے سعادت میں مسلمانی کی ابتدا کے چار قدم ضرور پڑھیں۔)

المختصر یہ علوم بھی نبوت کا ورثہ ہیں۔ ان کا انکار ایک روشن حقیقت کا انکار ہے۔ لیکن ان میں ایک خاص احتیاط ہوتی ہے کہ انہیں شریعت کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ شریعت کی تائید و تصدیق تو کر سکتے ہیں لیکن اسے تبدیل یا متغیر نہیں کر سکتے۔ ان میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ اس لئے محتاط صوفیاء کرام یہ کیفیات ظاہر نہیں کرتے۔ میں یہاں صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی عظمت کے اظہار کی خاطر ان علوم کا ایک قطرہ ظاہر کر دوں گا کیونکہ یہ سب کچھ ان کے کرم اور ان کی عظمت کے ہی صدقے ملا تو پھر کیوں نہ ان کی عظمت پر قربان کر دیا جائے؟ اور اس معاملے میں مجھے کسی ملامت کا کوئی خوف نہیں۔

● ——— میں اس کا آغاز اپنے شیخ و مرشد اور عارفِ کامل حضرت باغ حسینؒ مدظلہ العالی کے ایک فرمان سے کرتا ہوں۔ میں نے ایک دن آپ سے پوچھا کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق بعض لوگ اچھی رائے نہیں رکھتے تو اس پر آپ کی روحانی تحقیق کیا ہے؟ آپ نے مجھے فرمایا "کیا تمہاری بیوی کا تمہارے نزدیک وہ مقام ہے جو تمہاری والدہ کا ہے"؟ میں نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا" ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی عزت آپؐ کے نزدیک تمام امہات المومنین سے بڑھی ہوئی ہے"۔ پھر کہنے لگے " جب بھی کوئی روحانی محفل ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہؓ ایک امتیازی نشست پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ ان کی حیثیت بالکل وہی ہوتی ہے جیسے ہمارے صدر کے والد کی کہ ہر آدمی اس کی عزت کرتا ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جہاں تک میری روحانی تحقیق کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ بلند ترین روحانی مقام " مسجد اللہ" یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رفاقت سے صرف سات آدمیوں کی رسائی ہے جن کے اسماءِ مبارکہ یہ ہیں"۔

۱۔ حضرتِ عبداللہؓ ۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد)
۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اوّل ۔
۳۔ حضرت عمرِ فاروقؓ امیرالمومنین خلیفۂ دوم ۔
۴۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین خلیفۂ سوم ۔
۵۔ حضرتِ علیؓ خلیفۂ چہارم ۔
۶۔ حضرتِ حسنؓ بن علیؓ
۷۔ حضرتِ حسینؓ بن علیؓ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باقی چھ عشرہ مبشرہ بھی روحانی طور پر اتنے مالا مال نہیں جتنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی ہیں۔

● ——— حدیث پاک میں ہے کہ " خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے"

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں آدمی ہر شے اصل حقیقت میں دیکھتا ہے اور بہت سے علماءِ تعبیر کی رائے ہے کہ نفسانی موت کے بعد آدمی جس حالت میں دکھائی دے وہ اسی میں ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر کے میرا ایک خواب سُنیں:۔

" میں خواب میں مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں ہوتا ہوں۔ وہاں مجھے حضرتِ آمنہؓ اور حضرتِ عائشہؓ کی زیارت نصیب ہوتی ہے دونوں سفید لباس میں ملبوس ہوتی ہیں اور ساتھ بہت سے روحانی لوگ ہوتے ہیں۔ حضرتِ آمنہؓ جنہیں مجھے تھوڑا قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ گلے میں سرخ گلاب کے تازہ کھلے ہوئے پھولوں کا ہار پہنے ہوئے تھیں"۔

مندرجہ بالا تمہید کی روشنی میں خواب کی تعبیر یہ ہے کہ حضرتِ آمنہؓ اہلِ جنت سے ہیں۔ کیونکہ سفید لباس جنتی ہونے کی علامت ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ " اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کا بہترین لباس سفید لباس ہے۔ سفید لباس پہنا کرو اور سفید کپڑوں میں ہی کفن دیا کرو۔ یہ زیادہ پاکیزہ و پسندیدہ ہے"۔
(مشکوٰۃ شریف، معمولاتِ مصطفےٰؐ)

" اب صوفیاء کا خیال یہ ہے کہ پھول روحانی مقامات کی علامات میں سے ہیں اور خاص طور پر سرخ گلاب کا پھول مقامِ اقربیت (اللہ تعالیٰ کے بہت ہی قریب) کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ بہت اعلیٰ روحانی مقام ہے۔ جو سرخ یاقوت کی مسجد کی صورت میں نظر آتا ہے اور اس سے سرخ انوار نکلتے رہتے ہیں۔ یہ مقام سدرۃ المنتہیٰ سے ہزارہا میل اوپر ہے۔ (تفصیل کے لئے مطالعہ فرمائیں " حالِ سفرؒ")

یہاں سے اندازہ لگا لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کتنی رفعتوں سے

سرفراز کیے گئے ہیں اور یہ کیوں نہ ہو کہ وہ محبوبِ الٰہی اور مقصودِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالمِ رنگ و بو میں لانے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین عالمِ برزخ میں بہت ہی خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔

میرے بھائی کا خواب

میرے چھوٹے بھائی محمد اسمٰعیل نے مجھے اپنا ایک خوب صورت خواب سنایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے بھی زینتِ قرطاس بنا دوں شاید وہ اسی لئے ہی دکھایا گیا ہے۔ اس کا خواب اسی کی زبانی سنیئے :-

"میں دیکھتا ہوں کہ ۴۰-۳۰ انتہائی مبارک بندے ایک جگہ جمع ہیں۔ اتنی دیر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہیں۔ آپ کا رنگ مبارک گندمی اور جسمِ مبارک انتہائی موزوں و خوبصورت ہے۔ آپ کے سر پر سفید عمامہ ہے جس کا شملہ آپ نے پیچھے لٹکایا ہوا ہے۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں تیر کمان ہے۔ آپ نے ان حاضرین کو خطاب کیا ہے۔ پھر اپنی سرخ اونٹنی پر سوار ہوئے ہیں تو اس اونٹنی نے آسمان کی طرف پرواز شروع کی ہے۔ آسمان پر چودھویں کا چاند چمک رہا ہے جس میں گنبدِ خضرا کی انتہائی دلکش اور روشن تصویر نظر آرہی ہے۔ اس چاند سے تھوڑے فاصلے پر سورج بھی پوری آب و تاب سے ضیاء پاشیاں کر رہا ہے اور اس سورج میں کعبہ شریف کی انتہائی دلکش اور روشن تصویر نظر آرہی ہے۔ حضرت عبداللہؓ اپنے ہاتھ میں تیر کمان لئے اپنی سرخ اونٹنی پر سوار پہلے چاند کی طرف محوِ پرواز ہوئے ہیں اور چاند میں جا کر گُم ہو گئے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد چاند سے نکلے ہیں اور سیدھے سورج کی طرف اُڑے ہیں۔ جب آپ کی سواری سورج کے قریب گئی ہے تو سورج اوپر نیچے ہلنے لگا ہے۔ سورج کے اس طرح ہلنے سے مجھے خوف سا محسوس ہوا ہے اور اسی خوف سے میری آنکھ کھلی ہے۔

جس وقت میں یہ منظر دیکھ رہا تھا تو میرے دل میں بار بار یہ خیال آرہا تھا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی کیا اونچی شان ہے اور جب میں بیدار ہوا تو اس وقت بھی میرا دل دماغ اور میری زبان بیک آواز کہہ رہے تھے کہ کیا بلند مرتبہ ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی کا۔

تعبیر

خواب بہت واضح ہے۔ حضرتِ عبداللہؓ کے ایمان، ولایت، مرتبہ اور اعلیٰ مقام کی غمازی کر رہا ہے۔ چاند نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور سورج نورِ اللہ جل جلالہٗ ہے۔ پہلے چاند میں جانا قربِ رسالت کا اظہار ہے اور پھر سورج کی طرف جانا قربِ الٰہی کا اظہار ہے۔ سورج کا آگے سے ہلنا اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کی طرف اشارہ ہے جو اپنے بندوں کی طرف لپکتی اور ان کی طرف خود مشتاق ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حضرتِ عبداللہؓ کے استقبال کے لئے والہانہ انداز میں آگے بڑھی ہیں تاکہ ان کو سینے سے لگائیں۔ اس خواب میں ایک تصوف کا نکتہ بھی ہے کہ پہلے قربِ رسالت ہے پھر قربِ الٰہی۔ اللہ تعالیٰ کا مقرب بننے کے لئے اولیاءِ کرام کو درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دھول کا سُرمہ لگانا ہی پڑتا ہے۔

خلفاءِ راشدینؓ اور حسنینؓ سے روحانی رابطہ اور انکے جوابات

جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے دل کی کھڑکی کھول لیتا ہے تو آدمی زندہ اور مُردہ دونوں قسم کے لوگوں کی روح سے رابطہ کر سکتا ہے اور ان سے سوالات و جوابات کر سکتا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ کیمیاءِ سعادت میں فرماتے ہیں کہ "(اہلِ کشف) پر فرشتوں کی روحیں نیک صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ پیغمبروں کو دیکھتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے زمین و آسمان کی بادشاہیاں دکھا دی جاتی ہیں۔" (کیمیاءِ سعادت ص ۲۳)

زندہ آدمی کی روح سے رابطے کی بہترین مثال حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں مدینہ منورہ تشریف نہیں لائے نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری ملاقات نصیب ہوئی ہے اور نہ ہی انہیں کوئی صحابی ملا ہے لیکن جب حضرت عمرؓ اور حضرتِ علیؓ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک دینے کیلئے تشریف لے گئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حسن و جمال کے متعلق اور آپ کے شہید ہونے والے دانتوں کے متعلق چند سوالات کر کے ان دونوں حضرات کو ششدر کر دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حسن و جمال اور احوال کو ان دونوں حضرات سے بڑھ کر جاننے والے تھے۔ رموزِ تصوف سے آشنا، شب بیدار اور شریعتِ محمدیہ کے مطابق عبادت گزار تھے۔ اگر یہ علم روحانی رابطے کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے اخذ نہیں کئے گئے تھے تو بتاؤ کہ انہیں علم دین کس نے سکھا دیا۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے خدوخال کے متعلق معلومات کہاں سے

لے لیں۔ ؟ ماننا پڑے گا کہ وہ روحانی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتوں سے
مشرف ہوتے رہے اور ان سے علم و معرفت بھی حاصل کرتے رہے۔

بعد از وصال روحانی رابطے کی تو ہزاروں مثالیں ہیں۔ مکتوبات، انفاس العارفین،
القول الجمیل، عین الفقر اور حالِ سفر از فرش تا عرش ایسی سینکڑوں کیفیات کی امین ہیں۔
حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تو قرآنِ پاک ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر پڑھا[1]
میرے اپنے بھائی نے قرآنِ پاک ایک صاحبِ قبر سے پڑھا۔ بہرحال بتانا یہ مقصود ہے کہ
بعد از وصال بھی روحانی رابطہ ممکن ہے بلکہ زندگی والے سے زیادہ آسان۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ لطف و کرم سے ہم بھی
ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جو اصحابِ قبور سے رابطہ کر سکتے ہیں تو میں نے خلفاءِ
راشدینؓ اور حسنینؓ سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہؓ
کا مقام پوچھا۔ ان کا کلام میرے دو صاحبِ کشف دوستوں نے سنا۔ وہ ہدیہ قارئین ہے:۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

سوال:۔ حضور امتِ مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ بعد از
انبیاء سب سے افضل آپ ہی ہیں۔ آپ کے سینہ میں علوم نبوت ڈالے گئے ہیں۔ آپ
بتائیں کہ حضرتِ عبد اللہؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ ان کا مقام مجھ سے بھی بلند ہے۔ ان کی عظمت کا اندازہ یہاں سے
لگا لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کل مخلوق سے اعلیٰ و افضل ہیں ان کا نور ان میں منتقل ہوا۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ

سوال:۔ حضور آپ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا"۔ ایسی عظمت ہے آپ کی۔ آپ

[1] الفوز الکبیر۔

بتائیں کہ حضرتِ عبد اللہؓ کا آپ نے کیا مقام محسوس کیا؟

جواب:۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے سچ کہا۔ صدیق کی ہر بات ہی سچی ہوتی ہے۔
جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر کوئی مانوس ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ
وسلم اپنے والد سے مانوس ہیں۔ سبحان اللہ۔

۳۔ حضرت عثمانؓ

سوال:۔ حضور آپ کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آئیں اور آپ ذی النورین بنے۔ یہ سعادت آج تک کسی کو حاصل
نہ ہوئی۔ آپ بتائیں کہ حضرتِ عبد اللہ کا کیا مقام ہے؟

جواب:۔ آپ میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ہیں۔ اگر ساری دنیا
کے مقام ایک پلڑے میں اور ان کا مقام دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ان کا مقام
اعلیٰ اور وزنی رہے گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے سردار ہیں۔
تو پھر وہاں ان کے والد کا کیا رتبہ ہوگا۔

۴۔ حضرت علیؓ

سوال:۔ حضور آپ ولایت کے منبع ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے روحانی سیکرٹریٹ کے انچارج ہیں۔ آپ بتائیں کہ حضرتِ عبد اللہؓ کا کیا مقام ہے؟

جواب:۔ حضرتِ عبد اللہؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد میرے والد ہیں اور
اپنے والد کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ کوئی اس کو
نہیں پا سکتا۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ میرا مقام ان سے اعلیٰ ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

ف:۔ حضرتِ عبد اللہؓ کو اپنا والد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرتِ عبد اللہؓ حضرت
علیؓ کے سگے چچا ہیں۔

۵۔ حضرت حسنؓ و حسینؓ

سوال :- جناب آپ دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ بتائیں کہ حضرت عبداللہؓ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟

جوابِ حسنؓ :- میں نے ان کو روحانی طور پر دیکھا تو وہ چاند کی طرح تھے۔ وہ اللہ کے بہت نیک بندے تھے اور آپ کا مقام بہت اعلیٰ ہے۔

جوابِ حسینؓ :- جس طرح رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فوقیت ہے اسی طرح آپ کو تمام انبیاء کے والدین پر فوقیت حاصل ہے۔ ہم تو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت عبداللہؓ تو سرداروں کے سردار ہیں۔

(سبحان اللہ ! بہت جامع اور مبارک جواب ہیں۔)

اب سنیئے ان صحابیات کے جوابات جن کا مقام پوری امتِ مسلمہ کی عورتوں سے بڑھا ہوا ہے کہ وہ حضرتِ آمنہؓ کے بارے میں کیا فرماتی ہیں :- (روحانی مکالمہ)

۱۔ حضرتِ خدیجہؓ

سوال :- پیاری امی جان ! آپ اتنی خوش قسمت ہیں کہ سب سے پہلے اسلام کی خبر آپ کو ہی ملی اور سب سے پہلے اس کی تصدیق کی توفیق بھی آپ ہی کو ہوئی۔ آپ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگسار اور ہم راز تھیں۔ آپ بتائیں کہ حضرت آمنہؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

جواب :- جس طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں سے افضل ہیں اسی طرح حضرتِ آمنہؓ سب عورتوں سے افضل ہیں۔

۲۔ حضرتِ ام سلمیٰؓ

سوال :- امی جان آپ بتائیں کہ حضرتِ آمنہؓ کا آپ نے کیا مقام محسوس کیا ہے ؟

جواب :- میری رائے بھی وہی ہے جو حضرت خدیجہؓ کی ہے۔

۳۔ حضرت عائشہؓ

سوال :- امی جان ! جب بھی کسی افضل عورت کا تذکرہ آتا ہے تو بے اختیار سب کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھتی ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ اپنی ظاہری زندگی میں اور اب عالمِ برزخ میں حضرت آمنہؓ کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہیں ؟

جواب :- اس عورت کے مقام کو کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے جس کی گود میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

۴۔ حضرتِ فاطمہؓ

سوال :- آپ اہلِ جنت عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ اپنی رائے کے متعلق آگاہ فرمائیں۔

جواب :- میں صرف اہلِ جنت عورتوں کی سردار ہوں اور حضرتِ آمنہؓ سب عورتوں کی سردار ہیں۔

اس کے علاوہ مجھے حضرت کمال صاحب نے بتایا تھا کہ دربارِ اقدس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی دربار) میں شعبہ نسواں میں حضرت آمنہؓ ایسی ہی امتیازی شان رکھتی ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردانہ شعبے میں۔ الغرض آپ کا مقام بہت اعلیٰ ہے اور آپ جنت کے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز ہوں گی۔ انشاء اللہ۔

اب شاید کوئی یہ کہے کہ یہ کون ہوتے ہیں امہات المؤمنین کی زیارت کرنے والے۔ وہاں تو سخت پردہ ہے۔ بھئی ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ظاہری طور پر امہات کی زیارت حرام ہے۔ ہمیں جو زیارتیں ہوتی ہیں وہ روحانی روپ ہوتے ہیں۔ اور باطن پر شریعت لاگو نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے باوجود زیارت کے دوران چہرے کے خدوخال نظر نہیں آتے۔ صرف لباس ، تاج ، تخت یا ہار وغیرہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن چہرے جھلملاتے نظر آتے ہیں۔ شاید یہ پردے کو ہی ملحوظ رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ جہاں تک دیدار ہونے کا تعلق ہے وہ پہلے بھی لوگوں کو ہوئے ہیں۔ ذیل میں صرف ہمیں

شہادتیں پیشِ خدمت ہیں ۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ایک خواب بیان فرماتے ہوئے کہا کہ " ایک شب میں نے دیکھا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوش میں ہوں اور انہوں نے مجھے شرفِ رضاعت بخشا ہے ۔ اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہو کر فرمایا کہ اے عائشہ ! یہ ہمارا حقیقی فرزند ہے ۔" (قلائد الجواہر صفحہ ۱۹۷ ، مناقب حضرت غوث پاک)

۲۔ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ خود فرماتے ہیں " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت میرے لئے اجنبی نہیں ہیں ۔ میں بیٹوں کی طرح ان کے حرم شریف میں داخل ہو گیا ہوں ۔ امہات میں سے سب سے بڑی ماں (حضرت خدیجہؓ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مجھے بعض خدمات کے اہتمام کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہمیں تمہارا انتظار تھا ۔" (حالِ سفر صفحہ ۷۶)

۳۔ سید ودود الحیؒ

سید ودود الحیؒ اپنی کتاب " حیاتِ صدیقہ " صفحہ ۵ میں خود یہ خواب بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بمع اصحابہ زیارت ہوئی ہے ۔ کافی لمبا اور مزے دار خواب ہے ۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے جسے چاہے عطا فرمادے ۔ اس کی عطائیں غیر محدود ہیں ۔

باب نمبر ۱۴

والدینِ کریمینؓ کے حالاتِ زندگی

الحمدللہ ! جس نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمینؓ کے حالاتِ زندگی سپردِ قلم کر دوں ۔ سبحان اللہ ! کتنا مبارک اور عظیم موضوع شروع ہوا کہ قلم بھی جُھک جُھک کر اس کاغذ کو سلامی دے رہا ہے جو اپنے چہرے پر تاجدارِ نبوت اور ختم رسالت و مرسلیت حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمینؓ کے حالات کو سجائے گا اور انشاء اللہ قیامت تک ان کی یادگاروں کا امین ہوگا ۔ قلم کے دو پَر میرے ہونٹوں کے ترجمان بَن کر اس کو مسلسل بوسے دیتے جا رہے ہیں اور یہ سیاہی میری پلکوں کی عکاسی کرتے ہوئے اس کاغذ پر بچھتی جا رہی ہے جو رسول العالمین رحمت اللعالمین اور سید المرسلین حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے تذکروں کو اپنے دامن میں سمیٹے گا جو اتنے خوش قسمت اور اہلِ عظمت اور اللہ کے اتنے پیارے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گود میں اپنا محبوبؐ ڈال دیا اور جو لوگ محبت کے تقاضوں سے آشنا ہیں وہ بخوبی اندازہ لگالیں گے کہ جسے اپنی محبوب چیز دی جائے وہ کتنا محبوب ہوتا ہے ۔ ان کی عظمت و رفعت کی ایک جھلکی آپ سابقہ ابواب میں پڑھ آئے ہیں ۔ اس باب میں آپ ان کے گلشنِ حیات کی سیر کریں گے ۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ان کی معاشرے میں کیا شان تھی ۔ آئیے پہلے حضرت عبداللہؓ کی مبارک و تابندہ زندگی کے چند اوراق کا مطالعہ کریں

خاندانی معلومات

حضرتِ عبداللہؓ اور حضرتِ آمنہؓ کا باہمی رشتہ
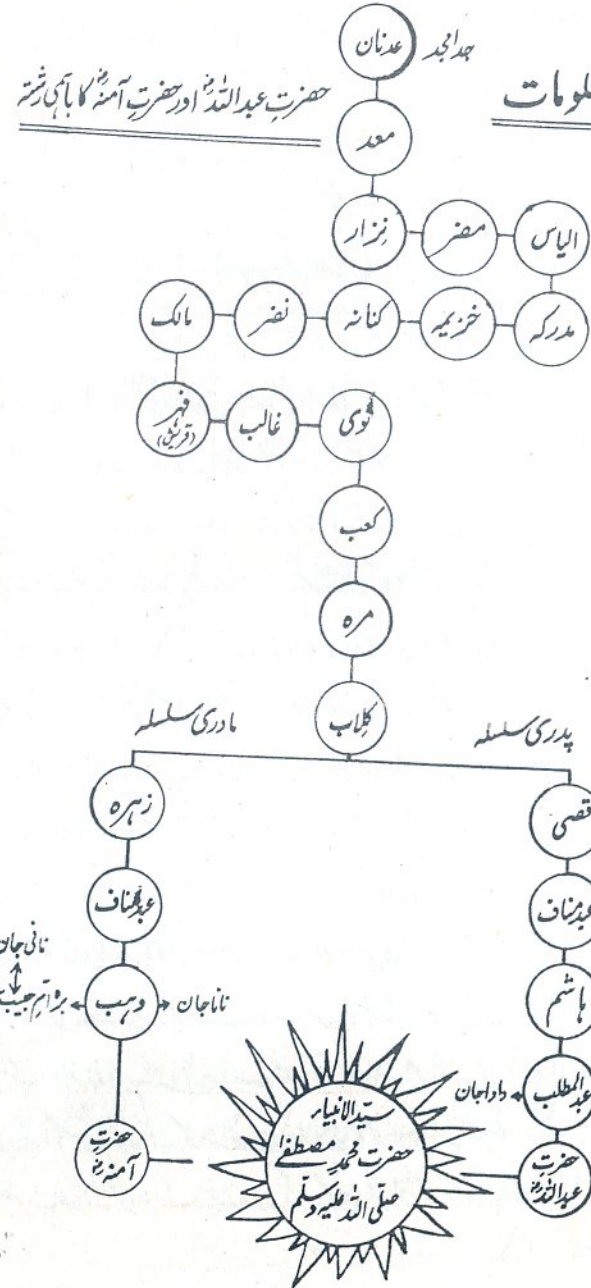
حضرتِ عبداللہؓ

پیدائش

حضرتِ عبدالمطلب کی پیشانی میں جو نورِ مبارک چمکتا تھا اور جس کے برکات ان کی پوری زندگی پر محیط تھیں۔ آخر وہ نور آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ کے رحم میں منتقل ہوا اور حضرتِ عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اب ان کی پیشانی مبارک میں نمودار ہوا جس کی بدولت وہ سب سے زیادہ حسین، ہر دلعزیز اور لاڈلے ہو گئے۔ آپ کے باقی سگے بہن بھائی مندرجہ ذیل ہیں:۔

بھائی

۱۔ حضرتِ ابو طالب (ان کا اصلی نام عبد مناف تھا۔)

۲۔ زبیر۔

۳۔ حضرتِ عبداللہؓ (یہ سب سے چھوٹے تھے۔)

بہنیں

۱۔ بیضاء۔

۲۔ عاتکہ۔ ۳۔ برّہ۔ ۴۔ اروٰی۔

آپ کی قربانی

حضرت عبدالمطلب نے چاہِ زمزم کو کھودتے وقت یہ نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے جوان ہو گئے تو وہ ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی زندگی میں ہی آپ کے دسوں بیٹے جوان ہو گئے تو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا مانگی:۔

"اے میرے اللہ! میں نے ایک بیٹے کے ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ پس میں اب اپنے بیٹوں میں قرعہ ڈالتا ہوں جو بیٹا تجھے سب سے زیادہ پسند ہو اس پر قرعہ ڈال دے۔"

آپ نے قرعہ ڈالا تو حضرتِ عبداللہؓ کا نام نکل آیا۔ یہی بیٹے حضرت عبدالمطلب کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔ جب انہیں ذبح کرنے چلے تو بہنیں رونے لگیں اور کہا ابو جی! ان کی بجائے کچھ اونٹ ذبح کر دیں۔ آپ نے حضرتِ عبداللہؓ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالا تو قرعہ حضرتِ عبداللہؓ کے نام نکلا۔ آپ دس دس اونٹ بڑھاتے جاتے تھے اور قرعہ ڈالتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سَو کی گنتی پوری ہو گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے اللہ اکبر کہا اور سَو اونٹ ذبح کر دیئے اور مَرد کی دیت سَو اُونٹ مقرر کر دی۔ (خصائص کبریٰ)

اِس واقعہ کے فوائد

۱۔ آپ نے دعا مانگی یارب قرعہ اس بیٹے پر نکالنا جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہو۔ اور قرعہ حضرتِ عبداللہؓ کے نام نکلا۔ اب اس قرعہ اندازی میں حضرتِ عباسؓ اور حضرتِ حمزہؓ (سیدالشہداء) بھی تھے جو بالاتفاق مسلم اور بڑی شان والے ہیں۔ ان کی موجودگی میں قرعہ حضرت عبداللہؓ کے نام نکلنا اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان بھائیوں سے بڑھ کر افضل اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارے تھے۔

۲۔ اس واقعہ سے قبل مَرد کی دِیت صرف دس اونٹ تھی اور اِس کے بعد سَو اونٹ مقرر ہوئی اور یہ تقرر اللہ تعالیٰ کو اِتنا پسند آیا کہ اسلام میں بھی مَرد کی دیت سَو اُونٹ بحال رکھی گئی۔ اور اب قیامت تک یہی دیت برقرار رہے گی۔

ے اسلام میں مَرد کی دیت سَو اُونٹ ہے اور عورت کی پچاس۔ اگر عورت گھر کی (باقی برصفحہ ثانی)

اس میں ایک یہ بھی اشارہ تھا کہ اب اس رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب ہے جس کے دم قدم سے انسانیت کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور یہ واقعہ اس کی تمہید تھی۔

۳۔ اس واقعہ کے بعد قتل کی وارداتوں میں نمایاں کمی آگئی۔ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ رحمتِ عالم نورِ مجسم حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد دنیا کے لئے امن وامان اور تحفظ کا پیغام ہیں اور ان کے عظیم الشان بیٹے کی تعلیم سے دنیا گہوارۂ امن بن جائے گی۔

۴۔ جب کسی ذمہ داری، انعام یا مؤاخذے کے برابر حق دار موجود ہوں تو قرعہ اندازی کرنا جائز ہے۔

۵۔ اس واقعہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرماتے ہوئے کہا۔ اَنَا ابنُ الذَّبِیحَین "میں دو ذبیحوں (حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرتِ عبداللہؓ) کا بیٹا ہوں"

یہ دونوں حضرات ذبیح ہیں کہ یہ بخوشی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہوئے۔ لیکن دونوں کو ربِ کریم نے اپنی رحمت اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت سے سلامت رکھ لیا۔ اور حضرتِ اسمٰعیلؑ کے بدلے مینڈھا اور حضرتِ عبداللہؓ کے بدلے سَو اُونٹ قبول فرمائے۔ گویا یہ واقعہ میرے آقا محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر ہے۔

آپ کا شباب

جب آپ جوان ہوئے تو آپ کا حسن وجمال اور روشن

(گذشتہ سے پیوستہ) مالی سربراہ ہو تو اس مقررہ دیت کے علاوہ اس کے ورثاء کو قاضی کچھ اضافی رقم بھی دلا سکتا ہے۔ (علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ کا فقہی مقالہ جو نوائے وقت میں قسط وار شائع ہوا۔)

ہوگیا۔ لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے اور سکون پاتے۔ آپ کو مختلف عورتوں کی طرف سے پیغام آنے لگے مگر آپ نے اپنا دامنِ عصمت داغ دار نہ ہونے دیا۔ اس بارے میں چند واقعات درجِ ذیل ہیں:۔

۱۔ فاطمہ بنت مُر الخثعمیہ کی دعوت

یہ عورت تبالہ کی رہنے والی، یہودی مذہب کی پیروکارہ اور مشہور کاہنہ تھی۔ گذشتہ آسمانی کتابوں کی عالمہ اور انتہائی حسین و جمیل تھی۔ اس نے حضرتِ عبداللہ رضؓ کو بُلا کر بہت اظہارِ محبت کیا اور پیش کش کی کہ اگر آپ میرے ساتھ ہمبستری کرلیں تو میں آپ کو وہ سو اُونٹ بھی دوں گی جو آپ کے والد نے آپ کے بدلے قربان کیے ہیں۔ پس میری خواہش پوری کرد۔

آپ نے فرمایا:۔

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ وَالْحِلُّ لَاحِلَّ فَاسْتَبِيْنَهٗ

حرام کے ارتکاب سے تو موت بہتر ہے۔ حلال بے شک پسندیدہ ہے مگر حلال کی کوئی سبیل نہیں۔

فَكَيْفَ الْأَمْرُ الَّذِيْ تَبْغِيْنِهٖ يَحْمِي الْكَرِيْمُ عِرْضَهٗ وَدِيْنَهٗ

پس وہ کام جو تو چاہتی ہے کیسے ہو سکتا ہے۔ اور شریف و کریم آدمی تو اپنی عزت اور دین کی حمایت کرتا ہے۔

(ابو نعیم، خرائطی، ابنِ عساکر اور خصائص کبریٰ)

ف: اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ عبداللہ رضؓ دینِ ابراہیمی پر قائم تھے۔ وہ دینی اقدار سے آشنا اور ان کی رعایت کرنے والے تھے۔ حرام و حلال کے جاننے والے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔ حرام سے متنفر اور حلال کا شوق رکھنے والے تھے۔

یہ کلام فرما کر حضرت عبداللہ رضؓ واپس تشریف لائے اور حضرت آمنہ رضؓ سے شادی کر لی۔ اور تین دن ان کے پاس رہے۔ پھر فاطمہ پر گزر ہوا تو آپ نے کہا جو کچھ تم نے مجھ سے کہا تھا یعنی خواہش پوری کرنے پر سو اُونٹ۔ کیا اس پر قائم ہو؟ اس نے کہا آپ کسی عورت کے پاس گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! میری شادی آمنہ بنتِ وہب سے ہوگئی ہے۔ میں اس کے پاس گیا ہوں تو اس نے کہا کہ اب مجھے تمہاری حاجت نہیں حضرتِ عبداللہ رضؓ نے کہا اب کیا ہوگیا ہے؟ اس نے کہا عبداللہ! میں کوئی بدکارہ عورت نہیں۔ اس دن جو خواہش کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ:۔

رَأَيْتُ نُوْرَ النُّبُوَّةِ فِيْ وَجْهِكَ فَأَرَدْتُّ أَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ فِيَّ وَأَبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يَّجْعَلَهٗ حَيْثُ أَحَبَّ۔

ترجمہ: میں نے آپ کے چہرے میں نورِ نبوت دیکھا تھا۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ وہ نور مجھے مِل جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور اس کو وہاں لے گیا جہاں وہ چاہتا تھا۔

پھر اس نے حسرت بھرے اشعار کہے:۔

لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ مِنْكَ الَّذِيْ سَلَبَتْ وَمَا تَدْرِيْ

اللہ اللہ! وہ کیا شے تھی جو زہریہ نے آپ سے حاصل کرلی۔ اور اس نے وہ شے آپ سے سلب کی ہے جس کا آپ کو علم نہیں۔

بَنِيْ هَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ أَخِيْكُمْ أُمِيْنَةُ إِذْ لِلْبَاهِ يَعْتَلِجَانِ

اے بنی ہاشم تمہارے بھائی عبداللہ کو آمنہ نے خلوت کے چند لمحات میں سوکھا کر دیا

لَمَّا غَادَرَ الْمِصْبَاحُ بَعْدَ خُبُوْءَةٍ فَتَائِلُ قَدْ مِيْثَتْ لَهٗ بِدِهَانٍ

جس طرح چراغ جلنے کے بعد بجھ جاتا ہے اور اس کی بتی اس کو سوکھا کر کے چھوڑ دیتی ہے۔

وَمَا كُلُّ مَا يَحْوِ الْفَتٰى مِنْ تِلَادِهٖ ۔۔۔ بِحَزْمٍ وَلَا مَا فَاتَهٗ لِتَوَانٖ

اور جو کچھ آدمی کو مل جاتا ہے وہ اس کی اپنی دانائی سے نہیں ملتا اور نہ ہی غفلت اور سستی سے محروم ہوتا ہے۔

فَاَجْمِلْ اِذَا طَالَبْتَ اَمْرًا فَاِنَّهٗ ۔۔۔ سَيَكْفِيْكَهٗ جَدَّانِ يَصْطَرِعَانٖ

پس تو جس شے کا طالب ہے اس کی طلب میں اعتدال کی راہ اختیار کر۔ کیونکہ خوش بختی اور بد بختی کی آپس میں کشتی ہوتی رہتی ہے۔

سَيَكْفِيْكَهٗ اِمَّا يَدٌ مُّقْفَعِلَّةٌ ۔۔۔ وَاِمَّا يَدٌ مَّبْسُوْطَةٌ بِبَنَانٖ

اور اگر بد بختی غالب ہو جائے گی تو اس کا ہاتھ تیرا کام روک دے گا۔ اور اگر سعادت غلبہ پالے گی تو اس کا کھلا ہاتھ تیرا کام کر دے گا۔

وَلَمَّا حَوَتْ مِنْهُ اُمَيْنَةُ مَا حَوَتْ ۔۔۔ حَوَتْ مِنْهُ فَخْرًا مَّا لِذٰلِكَ ثَانِيْ

اور جب آمنہ نے حضرتِ عبداللہ سے وہ کچھ لے لیا جو لیا۔ بے شک اس نے ان سے ایسا فخر لے لیا ہے جس کا کوئی ثانی نہ ہو گا۔

فَرَجَوْتُهٗ فَخْرًا اَبُوْءُ بِهٖ ۔۔۔ مَا كُلُّ قَادِحٍ زَنْدِهٖ يُوْرِيْ

میں نے اس کے والد کو دعوت دے کر ایسی فخر کی امید کی تھی۔ لیکن ضروری نہیں کہ جتنے بھی چقماق پتھر سے آگ نکالنا چاہیں وہ کامیاب ہو جائیں۔

(کامل ابنِ اثیر، خصائص کبریٰ، دلائل النبوۃ، طبقات ابنِ سعد)

خصائص کبریٰ میں فاطمہ کا ایک جواب یوں بھی منقول ہے۔ "میں نے ایک چمکدار بادل دیکھا جس سے بڑے بڑے قطرے بارش کے گرے۔ تاریکی میں ایک نور چمکا جس نے چودھویں کے چاند کی طرح سارے ماحول کو روشن کر دیا۔ میں نے اس نور کی آرزو کی تھی تاکہ میں اس پر فخر کر سکوں۔ مگر ہر آرزو پوری نہیں ہوا کرتی۔ خدا کی قسم! زہریہ نے تم سے جو کچھ چھینا ہے اس کا تمہیں پتہ بھی نہیں۔" (صہ۸۲)

ایک اور عورت کی دعوت

ابو یزید مدنی روایت کرتے ہیں کہ حضرتِ عبداللہؓ کا ایک مرتبہ ایک خوب صورت خثعمی عورت پر گزر ہوا۔ وہ کہنے لگی میرے پاس آؤ گے۔ آپ نے فرمایا ہاں! مگر رمی جمار کر آؤں گا۔" چنانچہ آپ نے رمی جمار کی اور حضرتِ آمنہؓ کے ساتھ خلوت نشین ہوئے۔ پھر خثعمی عورت پر گزر ہوا تو وہ بولی کسی عورت کے پاس گئے تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں اپنی بیوی آمنہ کے پاس۔ تو وہ بولی "اب تمہاری ضرورت نہیں۔ جب تم گزرے تھے تو تمہاری پیشانی سے ایک نور آسمان تک جا رہا تھا جو اب موجود نہیں ہے۔ آمنہ کو خبر دے دو کہ تم روئے زمین کے سب سے بہتر فرد کی حاملہ ہوئی ہو۔" (خصائص کبریٰ)

ف: ممکن ہے یہ وہی عورت ہو جس کا تذکرہ اوپر گزرا اور جواب مختلف ہو یا کوئی اور عورت ہو۔

لیلے العدویہ کی دعوت

ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک خوب صورت عورت لیلے العدویہ پر ہوا۔ اس وقت آپ پر مٹی کا غبار لگا ہوا تھا۔ اس عورت نے آپ کو اور آپ کی آنکھوں کو دیکھ کر اپنی جانب بلایا اور سو اونٹ بھی دینے کا وعدہ کیا لیکن آپ نے ٹال مٹول کر دیا۔ جب حضرتِ آمنہؓ حاملہ ہو گئیں تو حضرتِ عبداللہؓ کا ایک مرتبہ پھر ادھر گزر ہوا تو وہ دیکھ کر کہنے لگی "تمہاری پیشانی پہ ایک نور تھا جو آمنہ نے تم سے چھین لیا۔ تم جو نور لے کر گئے تھے وہ واپس نہیں لائے۔ اگر تم آمنہ کے پاس گئے ہو تو یقیناً اس سے ایک بادشاہ پیدا ہو گا۔" (خصائص کبریٰ)

قتیلہ بنتِ نوفل کی دعوت

حضرتِ عروہ روایت کرتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بنتِ نوفل نے بھی اپنے حسن و جمال کو حضرتِ عبداللہؓ پر پیش کیا اور حضرت

عبداللہؓ کا دامن پکڑ کر اپنی جانب دعوت دی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ جب آپ سے وہ نور حضرت آمنہؓ میں منتقل ہوگیا تو پھر ایک مرتبہ آپ دوبارہ اس عورت سے ملے اور اُسے منتظر پایا تو وہ آپ کو دیکھ کر کہنے لگی۔ "جب تم گزرے تھے تو تمہاری پیشانی پر ایک چمکدار نور تھا جیسے گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی۔ مگر اب وہ نور موجود نہیں ہے۔"

(خصائص کبریٰ)

ف: ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ کی پیشانی پر نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت آب و تاب سے چمکتا تھا اور آپ کی دلکشی کا سبب تھا۔ عورتیں اسی نور پر فریفتہ تھیں اور اس کی امید کرتی تھیں۔ لیکن یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوبہ بندی حضرت آمنہؓ کے ہی مقدر میں لکھی تھی۔ جب حضرت آمنہؓ حاملہ ہوگئیں تو حضرت عبداللہؓ پھر اتنے دلکش نہیں رہے جتنا کہ پہلے تھے۔ دوسری اہم بات جو ان واقعات سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اُس زمانہ جاہلیت میں جب اخلاقی اقدار پامال ہو رہی تھیں اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اعلیٰ اخلاقی اور دینی اقدار کے پاسبان تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے کتنی ہی خاندانی اور خوب صورت عورتوں کی پیش کش ٹھکرائی اور اپنا دامن آلودہ نہیں ہونے دیا۔ ایسی پیش کش ٹھکرانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم خوشخبری سنائی جو مندرجہ ذیل ہے

حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات اشخاص پر اللہ تعالیٰ کا سایہ (رحمت) ہوگا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا یعنی قیامت کے دن۔

۱۔ انصاف کرنے والا بادشاہ۔

۲۔ وہ جوان جو اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارے۔

۳۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے جب اس سے نکلے۔ یہاں تک کہ وہ پھر مسجد میں لوٹ جائے۔ یعنی اس کا مسجد سے ایسا دلی لگاؤ ہو کہ جب بھی مسجد سے نکلے تو بے چین رہے یہاں تک کہ پھر مسجد میں لوٹ جائے۔

۴۔ وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں۔ یعنی وہ دو دوست جن کے درمیان محبت کا سبب صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

۵۔ وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔

۶۔ وہ شخص جس کو خاندانی اور خوب صورت عورت اپنی طرف بلائے تو وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۷۔ وہ شخص جو صدقہ و خیرات کرے اور اس کو اتنا چھپائے کہ اس کا بایاں ہاتھ جاننے نہ پائے۔ یعنی بہت ہی پوشیدہ رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے رازدار اہل خانہ کو بھی نہ بتائے۔

(مشکوٰۃ باب المساجد)

اس حدیث میں جن خوش قسمت افراد کا تذکرہ ہوا ان میں وہ بھی شامل ہے جو خاندانی اور خوب صورت عورت کی پیش کش صرف اللہ کی رضا کی خاطر ٹھکرا دے۔ اس حدیث کی رو سے بھی حضرت عبداللہؓ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں ہوں گے انہوں نے تو کئی عورتوں کی پیش کش کو ٹھکرایا ہے اور وہ سب ہی اعلیٰ خاندان والی اور حسن و جمال والی تھیں۔ قارئین! آپ سے بھی عرض ہے کہ ان سات صفات میں سے ایک تو اپنے اندر پیدا کر لو۔ اگر زندگی میں ایک مرتبہ بھی وہ کمال مل گیا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے تو انشاء اللہ، اللہ کی رحمت آپ پر قیامت کے دن سایہ فگن ہو جائے گی اور آپ کامیاب ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہؓ کی شادی

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ انتہائی حسین تھے۔ ایک مرتبہ قریش کی عورتوں کے سامنے سے گزرے جن میں حضرت آمنہؓ بھی تھیں، تو ایک عورت نے کہا "تم میں سے کون ہے جو اس نوجوان سے

شادی کرکے اس کی پیشانی کا نور سمیٹ لے" تو حضرتِ آمنہؓ کے دل میں آپ سے
شادی کی خواہش پیدا ہوئی۔ (خصائص کبریٰ)

اب حضرتِ عبداللہؓ کے دل میں بھی نکاح کی تحریک پیدا ہوئی اور آپ نے اپنی
والدہ ماجدہ کو فرمایا "میں چاہتا ہوں کہ آپ میری طرف سے کسی عورت کو نکاح کا پیغام
بھیجیں جو صاحبِ حسن وجمال ہو، قدآور، معتدل اعضاء، خوش رو، باکمال اور حسب و
نسب میں اعلیٰ ہو" والدہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تیری خواہش کا احترام کیا جائے
گا۔ پس وہ قریش کی تمام عورتوں کو گھوم پھر کر دیکھنے لگیں اور ان میں صرف حضرتِ آمنہؓ
بنتِ وہب کو انتخاب کیا۔ حضرتِ عبداللہؓ نے امی جان کو فرمایا ایک بار پھر انہیں اچھی
طرح جانچ لیں۔ لہٰذا آپ دوبارہ گئیں اور دیکھا کہ حضرتِ آمنہؓ کا چہرہِ اقدس روشن
ستارے کی طرح چمک رہا تھا اور نور کا سیلاب بہہ رہا تھا جس سے حضرتِ عبداللہؓ
کی والدہ فاطمہ مطمئن ہوگئیں اور حضرتِ عبداللہؓ بھی مطمئن ہوگئے۔

اب حضرت عبدالمطلب وہب بن عبدمناف کے گھر گئے اور حضرتِ عبداللہؓ کیلئے
حضرتِ آمنہؓ کا رشتہ مانگا۔ حضرتِ وہب نے خوشی سے قبول کیا۔ آپ کی شادی مبارک
پر حضرتِ آمنہؓ کو ایک اوقیہ چاندی، ایک اوقیہ سونا، ایک سو اُونٹ، ایک سو گائیں
اور ایک سو بکریاں عطا کی گئیں۔ بہت سے جانور ذبح کرکے بہت کھانا تیار کیا گیا اور
لوگوں کو کھلایا گیا۔ (گویا یہ حضرتِ عبداللہؓ کا ولیمہ تھا)۔ اس دن رجب المرجب کا کوئی
جمعہ تھا۔ (نعمتِ کبریٰ)

تاریخِ طبری میں یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے کے ہمراہ
وہب بن عبدمناف کے گھر گئے تو خود ان کی دوسری بیٹی ہالہ بنتِ وہب سے نکاح کیا۔
اس طرح ایک ہی مجلس میں دونوں نکاح ہوئے۔ کچھ تاریخوں میں نے ہالہ بنتِ
وہیب پڑھا ہے۔ یعنی یہ ہالہ حضرت آمنہؓ کی سگی بہن نہیں بلکہ چچا زاد بہن ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال حضرت عبداللہؓ نے اسی شام شبِ جمعہ کو اپنے سسرال میں ہی حضرتِ آمنہؓ
سے ہمبستری کی۔ پس پہلے ہی دن یا پہلے ہی ہفتہ میں حضرتِ آمنہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے حاملہ ہوگئیں۔ اس طرح نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباؤ اجداد کی آخری جلوہ گاہ حضرت
عبداللہؓ سے منتقل ہوکر اپنی والدہ کے شکمِ اطہر میں ظہور پذیر ہوا۔

چونکہ یہ دونوں شادیاں (حضرت عبداللہؓ اور حضرت عبدالمطلب کی) ایک ہی دن
اور ایک ہی مجلس میں ہوئی تھیں۔ پس اس شادی کے نتیجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تقریباً 9 ماہ بعد دنیا میں تشریف فرما ہوگئے جبکہ حضرت عبدالمطلب کی اس بیوی سے حضرتِ
حمزہؓ اور حضرت صفیہؓ ذرا دیر سے پیدا ہوئے۔ تو لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرتِ عبداللہؓ
اپنے والد پر سبقت لے گئے۔ (خصائص کبریٰ)

ف: والد پر سبقت لے جانے کے دو معنی ہیں یا تو اس لحاظ سے کہ
ان کا بیٹا پہلے ہوا جو زیادہ حسین وجمیل اور محبوب تھا یا اس لئے کہ حضرتِ آمنہؓ حضرتِ
ہالہ سے ہر لحاظ سے بڑھیا تھیں۔

حضرتِ عبداللہؓ کا پیشہ تجارت

قریشیوں کا محبوب پیشہ تجارت تھا جو
بہت ہی نفع بخش ثابت ہوا۔ پس ہر قریشی ہی اس پیشے کو اپناتا تھا۔ ہمارے آقا
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی حضرتِ خدیجہؓ کا سامانِ تجارت لے کر شام
تشریف لے گئے تھے اور آپ کا یہ فرمان بھی ہے کہ ایمان دار تاجر قیامت کے دن میرے
ساتھ ہوں گے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد بھی تجارت کے لئے شام
تشریف لے گئے۔ اس طرح وہ بھی تاجر پیشہ تھے۔ دیانت دار ہونے کی وجہ سے
قیامت کے دن اپنے شاندار بیٹے کے ساتھ ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

حضرت عبداللہؓ کی وفات

شادی کے بعد پہلے ہی سال آپ شام تشریف لے گئے۔ واپسی پر مدینہ منورہ اپنے ننھیال میں ٹھہر گئے۔ کیونکہ آپ کی طبیعت بہت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اسی قیام کے دوران نابغہ کے گھر آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ وہیں دفن ہیں اور اس بات پر اربابِ سیر کا کوئی اختلاف نہیں۔ (تاریخ طبری)

آپ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال اور دوسری روایت کے مطابق ۲۵ سال تھی۔ دونوں روایتیں قابلِ قبول ہیں۔ حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ جوانی میں ہی انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

جب یہ خبر مکہ معظمہ پہنچی تو حضرت آمنہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ تھیں انہوں نے آپ کی وفات پر یہ اشعار کہے۔

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنِ ابْنِ هَاشِمٍ وَجَاوَرَ لَحْداً خَارِجاً فِی الْغَمَاغِمِ

بطحاء کی زمین ابنِ ہاشم (حضرت عبداللہؓ) سے خالی ہو گئی۔ وہ کفن میں لپٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دور قبر میں چلے گئے۔

دَعَتْهُ الْمَنَايَا بَغْتَةً فَاَجَابَهَا وَمَا تَرَكَتْ فِی النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

ان کو موت نے اچانک پکارا، پس انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس موت نے لوگوں میں حضرتِ عبداللہؓ جیسا کوئی نہیں چھوڑا۔

عَشِيَّةَ رَاحُوْا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهٗ تَعَاوَرَهٗ اَصْحَابُهٗ فِی التَّزَاحُمِ

شام کو اُن کا جنازہ اٹھا کر چلے۔ ان کے دوست محبت سے باری باری کندھا دینے میں ایک دوسرے سے بڑھتے تھے۔

فَاِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيْرَ التَّرَاحُمِ

اگرچہ موت اور اس کے اسباب نے اچانک انہیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت سخی، مہربان اور رحم والے تھے۔ (طبقات ابن سعد)۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ کی وفات ہوئی تو ملائکہ نے عرض کیا اے ہمارے رب تیرا نبی یتیم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں خود اس کا حافظ اور مددگار ہوں۔ (مواہب زرقانی)

حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے یتیم کر دیا گیا اور سارے سہارے توڑ دیئے گئے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آپ کی سربلندیاں فلاں شخص کی وجہ سے ہیں۔

بعض علماء نے یہ بھی حکمت بیان کی ہے کہ باپ اپنی اولاد پر حاکم ہوتا ہے اور ماں خادمہ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے قبل ہی آپ کے والد کو وفات دے دی کہ میرے سوا اِن پر کوئی حاکم نہ ہو۔ جو باقی رہے وہ اس کا خادم ہی ہو۔

ایک اخباری خبر

آپ کی قبر مبارک دارِ نابغہ میں تقریباً ۱۹۷۷ء تک زیارت گاہ خاص و عام رہی۔ میرے ایک قریبی دوست حاجی محمد عارف صاحب نے اس کی خود زیارت کی۔ یہ قبر مبارک جس مکان میں تھی اس کی چھت گری ہوئی تھی اور معلمین حاجیوں کو باقاعدہ اس قبر مبارک کی زیارت کراتے تھے۔

غالباً ۱۹۷۷ء کی بات ہے کہ مسجد نبوی کے باب السلام کے سامنے جب وسیع و عریض برآمدہ بنایا گیا تو آپ کی قبر مبارک اور دیگر سات صحابہ کی قبریں اس برآمدے کے اندر آئیں تو ان آٹھوں قبروں کو کھود کر ان کے اجسام نکالے گئے اور جنت البقیع میں منتقل کر دیئے گئے۔ ان آٹھوں شخصیات کی اہلِ مدینہ نے زیارت کی۔ ان سب کے کفن تک سلامت تھے اور حضرتِ عبداللہؓ کی داڑھی مبارک میں آخری غسل کے قطرے موجود تھے۔

یہ خبر پاکستان کے اخباروں میں چھپی تھی لیکن افسوس کہ اب تاریخ یاد نہیں۔ بہرحال اس خبر میں کوئی جھوٹ نہ تھا۔ یہ بات مدینہ منورہ میں آج تک مشہور رہے۔

یہی واقعہ مجھے مولوی غلام رسول صاحب آف قصبہ (نزد سرائے عالمگیر) نے ایک محفل میلاد کے موقع پر سنایا۔ انہوں نے بھی اخبار میں پڑھا تھا۔ میں نے اُن سے فوراً پوچھا کہ آخر ناظرین نے حضرتِ عبداللہؓ کو کیسے پہچان لیا ؟ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے کفن مبارک پر عبداللہ بن عبدالمطلب لکھا ہوا تھا۔

اس خبر کی تیسری تصدیق میرے چچا علامہ حافظ بشیر احمد صاحب نے کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خبر میں نے "نوائے وقت" میں خود پڑھی تھی۔ بہرحال یہ واقعہ حضرت عبداللہؓ کے صاحبِ ایمان ہونے اور عالی مقام ہونے پر روشن دلیل ہے۔

حضرتِ آمنہؓ کی سوانح عمری

مختصر تعارف

آپ کا نام مبارک آمنہ ہے جس کا مطلب ہے "امن دینے والی، ایمان لانے والی، تصدیق کرنے والی" آپ وہب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب کلاب بن مُرّہ کے بیٹے زہرہ سے ملتا ہے۔ اسی لئے آپ زہریہ کہلاتی ہیں۔ آپ کی امی جان کا نام بَرّہ اُمِ حبیب بنتِ اسد ہے اور آپ کی نانی جان کا نام بَرّہ بنتِ عوف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نانی جان اور پرنانی جان کا نام بَرّہ ہے۔ یعنی بہت نیک و پرہیزگارہ۔ سبحان اللہ کتنا مبارک خاندان ہے۔ (تاریخ طبری)

آپ کا شباب

آپ نے جب عالم شباب میں قدم رکھا تو آپ کی عفت اور عصمت کا نور آپ کے چہرے پر ایسا ضوفگن ہوا کہ آپ سب قریشی عورتوں میں ممتاز

ہو گئیں۔ پس آپ کی شادی ماہِ رجب میں حضرتِ عبداللہؓ سے ہو گئی اور آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ بننے کا شرف پا گئیں۔

نورِ محمدی کا آپ کے بطنِ اطہر میں انتقال

حضرتِ حسن بن احمد البکریؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو ماں کے پیٹ میں منتقل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس رات جنت کے خازن "رضوان" کو حکم دیا کہ وہ جنت الفردوس کھول دے اور آسمانوں اور زمینوں میں ایک آواز سنائی دی کہ آج کی رات وہ نورِ مقدس اپنی والدہ ماجدہ حضرتِ آمنہؓ کے بطنِ اطہر میں منتقل ہو گیا ہے جہاں ان کی خلقتِ بشری کی تکمیل ہو گی اور تمام بنی نوع انسان کے لئے بشیر و نذیر (رسول) بن کر ظہور فرمائیں گے۔ یہ شبِ جمعہ تھی اور ماہ رجب تھا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہؓ کے حمل میں آئے تو اس رات قریش کے تمام جانور کلام کرنے لگے اور بول اٹھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں کے پیٹ میں تشریف لے آئے ہیں۔ ربِ کعبہ کی قسم! وہ اہلِ دنیا کے امام اور ہدایت کا روشن چراغ ہیں۔ عرب و عجم کے تمام بادشاہوں کے تخت اُلٹے ہو گئے ہیں۔

ابلیس کوہِ ابوقبیس پر پہنچا اور چیخنے چلّانے لگا جسے سن کر ہر طرف سے شیاطین دوڑتے ہوئے آئے اور اس کے اِرد گرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے تجھے کیا ہو گیا ہے اس نے حسرت بھرے انداز میں کہا۔ ستیاناس ہو تمہارا، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ظہور قریب آگیا ہے جو کفار کا خون بہائیں گے اور انہیں ذلیل و خوار کریں گے۔ اُن کے ساتھ فرشتے لڑیں گے۔ جب سے حضرتِ آمنہؓ حاملہ ہوئی ہیں ہم تباہ و برباد ہو کر رہ گئے ہیں۔

مکہ معظمہ کی تمام عورتیں حضرتِ آمنہ رض پر رشک کرنے لگیں اور سو عورتیں اسی حسرت
میں وفات پاگئیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال سے محروم رہ گئیں اور حضرت عبداللہ رض
نے یہ امانتِ خداوندی حضرتِ آمنہ رض کو منتقل کردی۔

مشرق ومغرب کے جانور خوشیاں منانے لگے۔ سمندر کے جانور بھی ایک دوسرے
کو خوشخبریاں سنانے لگے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری دینے لگے۔
(النعمۃ الکبریٰ از حافظ ابنِ حجر مکی)

—— حضرت ابنِ عباس رض ہی فرماتے ہیں کہ حمل کی رات کوئی ایسی جگہ نہ تھی کوئی ایسا
مکان نہ تھا جو نور سے منور نہ ہوا ہو۔ (زرقانی)

—— زمین سرسبز وشاداب ہوگئی، سوکھے درخت ہرے ہوگئے اور پھلوں سے
بھر گئے۔ قریش جو سخت تنگی میں مبتلا تھے خوشحال ہوگئے۔ اس قدر خیر وبرکت ہوئی کہ
اس سال کا نام "سنۃ الفتح والابتہاج" (فتح، تروتازگی اور خوشحالی کا سال) ہوگیا۔
(مواہب زرقانی، خصائص کبریٰ)

حضرتِ آمنہ رض فرماتی ہیں کہ خواب میں کسی کہنے والے نے مجھ سے کہا کیا تمہیں اس
بات کا علم ہے کہ تم سید العالمین، بہترین مخلوق اور اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
حاملہ ہو؟ جب پیدا ہوں تو ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا اور یہ تعویذ ان کے
گلے میں ڈال دینا۔ جب میں بیدار ہوئی تو وہ تعویذ سنہری روشنائی سے لکھا ہوا میرے
سر کے پاس پڑا تھا جس پر لکھا تھا:

—— اُعِیْذُہٗ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ   مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ

میں اس کو اللہ تعالیٰ جو بے نیاز ہے اور ایک ہے اس کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر
حاسد کے شر سے۔

—— وَکُلِّ خَلْقٍ رَاشِدٍ   مِنْ قَائِمٍ وَّ قَاعِدٍ

اور ہر مخلوق سے جو برائی کا ارادہ رکھے۔ وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو۔

—— عَنِ السَّبِیْلِ عَانِدٍ   عَلَی الْفَسَادِ جَاھِدٍ

جو سیدھے راستے سے ہٹتا ہے۔ اور فساد پر آمادہ ہے۔

—— مِنْ نَافِثٍ اَوْ عَاقِدٍ   وَکُلِّ خَلْقٍ مَارِدٍ

اور جادوگروں سے جو پھونکیں ماریں اور گرہیں لگائیں۔ اور ہر سرکش مخلوق سے۔
(دلائل النبوۃ، ابونعیم، خصائص کبریٰ، زرقانی، الذکر الحسین)

دورانِ حمل حضرتِ آمنہ رض کے مشاہدات

۱۔ حضرتِ آمنہ رض فرماتی ہیں کہ جب نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیٹ میں
جلوہ گر ہوا تو حمل کے پہلے مہینے جو رجب المرجب کا مہینہ تھا ایک رات میں اپنے گھر سو
رہی تھی کہ خواب میں میرے پاس ایک خوب صورت چہرے والے، عمدہ خوشبو
والے اور بہت انوار والے ایک کامل مرد تشریف لائے اور میرے پاس آکر کہنے لگے
مرحبا یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں آدم ہوں
میں نے پوچھا کیسے تشریف لائے۔ فرمایا آمنہ رض! بشارت ہو، تم سید البشر اور فخرِ ربیعہ ومضر[1]
سے حاملہ ہوئی ہو۔

۲۔ جب دوسرا مہینہ ہوا تو اسی طرح ایک شخص خواب میں میرے پاس آیا اور کہا
"السلام علیک یارسول اللہ!" میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا میں حضرتِ شیث ہوں
میں نے پوچھا آپ کیسے تشریف لائے۔ کہنے لگے اے آمنہ! خوشخبری ہو تم عزت
والے نبی حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئی ہو جو صاحبِ تاویل اور صاحب

۱ ربیعہ اور مضر قریش کے دو قبیلے ہیں۔

حدیث نبی ہیں۔

۳۔ جب تیسرا مہینہ ہوا تو ایک اور صاحب تشریف لائے اور کہا "السلام علیک یا نبی اللہ"! میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں ادریسؑ ہوں۔ میں نے کہا کیسے تشریف لائے۔ فرمایا آمنہؓ! بشارت ہو کہ تم نبی رئیس صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہو۔

۴۔ جب چوتھا مہینہ ہوا تو ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمایا "السلام علیک یا حبیب اللہ"! میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں نوح علیہ السلام ہوں۔ میں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا آمنہؓ! خوشخبری ہو کہ تم اس نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئی ہو جو فتح و نصرت کے مالک ہیں۔

۵۔ پانچویں مہینے میں ایک اور صاحب تشریف لائے اور فرمایا "السلام علیک یا صفوۃ اللہ!" (سلام ہو آپ پر اے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر) میں نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا میں ہودؑ ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کیسے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا "اے آمنہؓ! تجھے خوشخبری ہو تم اس عظمت والے نبی کی ماں بننے والی ہو جو قیامت کے دن شفاعتِ عظمیٰ کے مالک ہوں گے"۔

۶۔ چھٹے مہینے میں میرے پاس اور بزرگ تشریف لائے اور کہنے لگے "السلام علیک یا رحمت اللہ"! میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اے آمنہؓ! تجھے خوشخبری ہے کہ تم جلالت والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہو۔

اسی دوران میرے پاس ایک اور بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے مجھے کہا کہ بے شک آپ کے حملِ اقدس میں رسولوں کے سردار ہیں جب پیدا ہوں تو ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا اور اپنی حالت کو پوشیدہ رکھنا۔

۷۔ جب ساتواں ماہ ہوا تو ایک اور بزرگ تشریف لائے اور کہا "السلام علیک یا

مَن اختارہُ اللہ"! (آپ پر سلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے انتخاب کر لیا۔) میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں اسمٰعیلؑ ہوں۔ میں نے کہا آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا آمنہؓ! تجھے خوشخبری ہو کہ تم افضل اور نمکین حسن والے نبی سے حاملہ ہو۔

۸۔ جب آٹھواں ماہ ہوا تو حسبِ دستور ایک اور صاحب میرے پاس تشریف لائے اور کہا "السلام علیک یا خیرۃ اللہ"! (سلام ہو آپ پر اے اللہ کے پسندیدہ رسول) میں نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا میں موسیٰؑ ہوں۔ میں نے عرض کیا آپ کیسے آئے؟ فرمایا اے آمنہؓ! تجھے خوشخبری ہو کہ تم اس عظیم نبی کی ماں بننے والی ہو جس پر قرآن نازل ہوگا۔

۹۔ جب نانواں مہینہ تھا تو پھر میرے پاس ایک بزرگ تشریف لائے اور کہنے لگے "السلام علیک یا خاتم رُسُل اللہ" (اے رسولوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے آپ پر سلام ہو) میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں عیسیٰ بن مریمؑ ہوں۔ میں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اے آمنہؓ! خوشخبری ہو تم کرامت اور عظمت والے نبی سے بار آور ہو۔ تم سے ہر قسم کی تکلیف، درد، دکھ اور بیماری زائل ہوگئی ہے۔

(النعمۃ الکبریٰ از حافظ ابن حجر مکیؒ)

ماہِ ربیع الاول کی آمد اور عجائبات کا ظہور

حافظ ابن حجر مکیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "النعمۃ الکبریٰ" میں یوں رقمطراز ہیں:۔

۱۔ جب ربیع الاول کی پہلی شب ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آپ کی ذات سے عجیب کیف و سرور حاصل ہوا۔ دوسری شب حصولِ مقصد کی بشارت دی گئی۔ تیسری صبح حضرت آمنہؓ سے مخاطب ہو کر کہا گیا اے آمنہؓ! اس کے ظہور کا

وقت قریب آگیا ہے جو ہماری حمد اور شکر بجالائے گا۔ چوتھی رات حضرت آمنہؓ نے ملائکہ کی تسبیح سُنی۔ پانچویں رات کو آپ نے پھر حضرتِ ابراہیمؑ کی زیارت کی اور وہ فرما رہے تھے اے آمنہ! بشارت لے اس نبی کی جو بہت شان والے، صاحبِ نور وجمال، صاحبِ فضل وکمال، صاحبِ عزت اور تعریفوں والے ہیں۔ اور چھٹی رات آپ کے انوار مشرق ومغرب میں پھیل گئے اور ساتویں رات کو فرشتوں نے حضرتِ آمنہؓ کے گھر کو گھیر لیا جس سے خوشیاں دوبالا ہوگئیں۔ آٹھویں رات کو خوشی وسرور کے فرشتے نے آواز دی کہ اس حبیبِ خدا کے میلاد کا وقت قریب آگیا اور نانویں رات کو لطف کے فرشتے نے آواز دی کہ حضرتِ آمنہؓ سے غم و دَرد دُور ہوگئے اور دسویں رات کو خیف ومنیٰ نے خوشخبری دی اور گیارھویں رات کو اہلِ زمین اور اہلِ آسمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبریاں دینے لگے۔

ولادتِ طیّبہ پر حضرتِ آمنہؓ کے مکاشفات

نوری حجرے میں قدسی سمانے لگے — عطر وعنبر میں حجرہ بسانے لگے

تارے جھکنے لگے نور چھانے لگے — شام کے بھی قصر نظر آنے لگے

ایسی نوری ولادت پہ لاکھوں سلام

حضرتِ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ بارھویں شب چاندنی والی تھی اور اندھیرا نہیں تھا حضرت عبدالمطلب اپنی اولاد کو لے کر حرم شریف گئے ہوئے تھے تاکہ کعبہ شریف کی گری ہوئی دیواروں کو مرمت کریں۔ میرے پاس کوئی مرد وعورت نہ تھے۔ میں اپنی تنہائی پہ رونے لگی اور کہہ رہی تھی ہائے یہ تنہائی! اس وقت نہ کوئی عورت تھی جو میری مدد کرے نہ کوئی سہیلی تھی جو غم خواری کرے اور نہ کوئی لونڈی تھی جو مجھے سہارا دے۔ پھر فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے مکان کے ستونوں کی طرف نظر کی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ وہ پھٹ گیا ہے اور چاند سی چار دراز عورتیں اس سے ظاہر ہوئیں انہیں انوار نے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا اور انہوں نے سفید رنگ کا لباس پہن رکھا تھا جس سے کستوری کی سی خوشبو آرہی تھی مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہیں[1] ان میں سے پہلی آگے بڑھی اور کہا اے آمنہ! تمہاری مانند کون ہے تم تو سید البشر اور فخرِ ربیعہ ومضر سے حاملہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ میری داہنی جانب بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں میں سب آدمیوں کی ماں حضرتِ حوّا ہوں۔ پھر دوسری آگے بڑھیں اور کہا اے آمنہ! تمہاری مانند کون ہے کہ تم تو اس ہستی مقدس سے حاملہ ہو جو پاک صاف علم ومعرفت کا مینار اور حقائق ومعارف کا بے کنار سمندر، نورِ مجسم اور کائنات کا کھلا راز ہیں۔ یہ کہہ کر وہ میری بائیں جانب بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہ ہوں۔ پھر تیسری آگے بڑھیں اور کہا اے آمنہ! تمہاری مانند کون ہے تم تو اس ذاتِ اقدس سے حاملہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے حبیبِ اعظم اور بہت تعریفوں والے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ میری پشت کی جانب بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں میں آسیہ بنت مزاحم ہوں (یعنی فرعون کی بیوی) پھر چوتھی آگے بڑھیں وہ ان سب سے زیادہ شان والی، رعب اور حسن وجمال والی تھیں۔ انہوں نے کہا اے آمنہ! تیری مانند کون ہے تم اس فخرِ عالم کی ماں بننے والی ہو جو روشن معجزات اور دلائل والے، روشن آیات کے حامل اور اہلِ زمین وآسمان کے سردار ہیں۔ یہ کہہ کر میرے سامنے بیٹھ گئیں۔ اور فرمایا اے آمنہ! اپنا جسم میری طرف مائل کرو۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہنے لگیں میں مریم بنت عمران (حضرت عیسیٰؑ کی والدہ) ہوں۔ ہم تمہاری دایہ ہیں اور ولادتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات سرانجام دینے آئی ہیں۔

---

[1] کیونکہ حسن وجمال اور مناسب قد وقامت اس خاندان کا ورثہ تھا۔

۱۲- آپ فرماتی ہیں کہ میں یہ سن کر مانوس ہو گئی۔ اس دوران مجھے لمبے لمبے نوری پیکر نظر آنے لگے جو میرے حجرہ مبارک میں مسلسل داخل ہونے لگے۔ ان کی آوازیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ مکان کی دیواریں میری طرف جھکی ہوئی ہیں اور میرے دائیں بائیں نوری بادل اُڑ رہے ہیں۔

۱۳- میلادِ حبیبؐ کی خوشی میں جبریلؑ کو حکم دیا گیا اے جبریل! جنت میں پینے کے جام بہترین خوشبوؤں سے بھر دو۔ اور اے رضوان! جنتی حوروں کو کہو کہ وہ بھی بناؤ سنگار کر لیں۔ پاکیزہ خوشبوؤں کے منہ کھول دو۔ کیونکہ تمام مخلوقات کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظہور فرمانے والے ہیں۔ اے جبریلؑ! محبوب کے لئے، جو نورِ مجسم سب سے مقرب، افضل اور اعلیٰ ہیں۔ قرب و وصال کے سجادے بچھا دو۔ مالکِ دوزخ کو حکم دے دو کہ جہنم کے دروازے بند کر دے اور رضوان سے کہو کہ جنت کے دروازے کھول دے۔ اے جبریلؑ خود حلہ بہشتی پہن کر زمین کے طول و عرض میں اعلان کر دو کہ محب و محبوب اور طالب و مطلوب کے ملنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ جبریل امین مع فرشتوں کے مکہ معظمہ کے پہاڑوں پر آ کھڑے ہوئے۔ ان فرشتوں نے کعبہ شریف کو گھیر لیا۔ ان کے پاؤں سفید کافوری بادلوں کی طرح تھے۔ اِدھر اُدھر پرندے گیت گانے لگے۔ جنگلوں اور صحراؤں میں جانور خوشی سے شور مچانے لگے اور یہ سب کچھ کائنات کے شہنشاہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔

۱۴- حضرتِ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ وقتِ ولادت اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے تمام حجابات اٹھا دیئے اور مجھے سرزمینِ شام میں بُصریٰ کے محل نظر آنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ تین عظیم الشان جھنڈے مشرق، مغرب اور کعبہ شریف کی چھت پر نصب تھے۔ اسی اثنا میں مجھے پرندوں کا ایک غول نظر آیا جن کی چونچیں سونے کی طرح سرخ تھیں اور پَر آبدار موتیوں کی طرح تھے۔ انہوں نے میرے حجرۂ نور میں آکر جواہرات

نچھاور کرنے شروع کر دیئے اور میرے ارد گرد اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا شروع کی۔ میں انہیں لمحہ بہ لمحہ اپنے سے ہٹاتی۔ اس دوران فرشتے فوج در فوج میرے ہاں اترتے رہے۔ ان کے ہاتھ میں سرخ سونے اور سفید چاندی کے عطر دان تھے۔ وہ ان سے مختلف قسم کی خوشبوئیں چھڑک رہے تھے اور بلند آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہے تھے۔

۱۵- حضرتِ آمنہؓ کا فرمان ہے کہ چاند خیمہ کی طرح میرے سر پر ضوفگن ہو گیا اور ستارے خوب صورت روشن قندیلوں کی طرح لٹک گئے۔ مجھے سفید کافوری شربت پیش کیا گیا جو مشک سے زیادہ خوشبو دار، دودھ سے زیادہ سفید، شراب شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ مجھے سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی لہٰذا اسے لے کر پی لیا میں نے اس سے زیادہ لذیذ مشروب کبھی نہیں پیا۔ یہ شربت پینے کے بعد مجھ پر ایک عظیم نور ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ ہے۔ میرے کمرے میں آیا اور میرے دل پر سے پرواز کی۔ (نعمتِ کبریٰ)

۱۶- پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا پر جلوہ افروز ہوتے۔ آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ اسی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر کے فرمایا تھا " میں تجھے اپنے اوّل معاملے کی خبر دیتا ہوں۔ میں حضرتِ ابراہیمؑ کی دعا، حضرتِ عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے بوقتِ ولادت دیکھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

۱۷- جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو گویا آپ چاند کا ٹکڑا تھے آپ نے آتے ہی اپنے ہاتھ زمین پر ٹیک لئے اور ایک مٹھی مٹی لے کر بند کر لی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا:-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا

"اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار تعریف ہو۔"

(خصائص کبریٰ)

۱۸۔ حضرتِ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل مبارک سے لے کر اُن کی ولادت تک کوئی مشقت نہیں ہوئی۔ حمل کے دوران میں دیکھا کرتی تھی کہ میرے پیٹ میں ایک نور ہے۔ جب میں اپنی نگاہیں اس کے پیچھے لے جاتی تو وہ آگے بڑھتا جاتا۔ یہاں تک کہ اس سے مشرق و مغرب روشن ہو جاتے۔ (خصائص کبریٰ)

حضرتِ عثمان بن ابوالعاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے بتایا کہ جب آمنہؓ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو میں اس وقت موجود تھی۔ گھر میں ہر طرف نور ہی نور تھا۔ ستارے اس طرح جھکے آرہے تھے مجھے ایسے لگتا تھا کہ جیسے میرے اوپر ہی گر پڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے بطنِ اطہر سے ایسا نور نکلا کہ سارا گھر روشن ہوگیا اور ہر طرف نور اجالا ہوگیا۔ (خصائص کبریٰ)

ف : میں نے پہلے لکھ دیا ہے کہ حضرتِ آمنہؓ کے پاس ولادت کے وقت کوئی عورت یا مرد نہ تھا۔ یہ شروع کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ ولادت کے قریب یہ آگئی ہوں اور یہ منظر دیکھ لیا ہو۔

۱۹۔ حضرتِ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ ولادت کے قریب مجھ سے ایک نور بلند ہوا پھر کچھ عورتیں نظر آئیں جو کھجور کے درخت کی طرح لمبی تھیں جیسے وہ عبد مناف کی لڑکیاں ہوں یہ عورتیں مجھے غور سے دیکھنے لگیں۔ میں ابھی حیران ہی ہو رہی تھی کہ ایک سفید بادل زمین و آسمان کے درمیان پھیل گیا۔ کسی کہنے والے نے کہا اسے لوگوں کی نظروں سے چھپالو۔ پھر کچھ آدمی دیکھے جو فضا میں چاندی کے لوٹے لیے کھڑے تھے۔ پھر پرندوں کی ایک ٹولی آئی اور اس نے میری گود کو ڈھانپ لیا۔ ان کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے مشرق و مغرب منکشف فرمادیئے۔ میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے نصب کر دیئے گئے ہیں۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبۃ اللہ کی چھت پر۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جب زمین پر تشریف فرما ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور عاجزی کے ساتھ شہادت کی انگلی اٹھائی ہوئی ہے پھر آسمان پر ایک سفید بادل آیا اور آسمان پر چھا گیا۔ پھر میرے سامنے سے غائب ہوگیا۔ میں نے ایک منادی کی یہ آواز سُنی " محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مشرق و مغرب میں لے جاؤ اور سمندروں میں لے جاؤ تاکہ لوگ آپ کے نام، آپ کی سیرت اور آپ کی صفات سے واقف ہو جائیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ کا نام " ماحی " ہے یعنی شرک مٹانیوالا

پھر تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ آپؐ سفید اُونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں۔ اور نیچے سبز ریشم ہے۔ آپ کے ہاتھ میں موتیوں کی بنی ہوئی تین چابیاں ہیں۔ پھر آواز آئی کہ " محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیابی، ہوا اور نبوت کی چابیاں لے لی ہیں۔" پھر ایک سفید بادل آیا جس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پر پھڑپھڑانے کی آواز آئی۔ یہاں تک کہ وہ چھا گیا اور پھر غائب ہوگیا۔ پھر کسی نے کہا " محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق و مغرب میں لے جاؤ، انبیاء کی ولادت گاہوں پر لے جاؤ۔ انہیں صفاء آدمؑ، رقتِ نوحؑ، خلتِ ابراہیمؑ لسانِ اسمٰعیلؑ، یعقوبؑ کا چہرہ، یوسفؑ کا حُسن، داؤدؑ کی آواز، ایوبؑ کا صبر، یحییٰؑ کا زہد اور عیسیٰؑ کا کرم عطا کرو۔ انہیں تمام انبیاء کے اخلاق کا نمونہ بنا دو۔" پھر یہ کیفیت بھی دور ہوگئی پھر میں نے دیکھا کہ آپؐ کے ہاتھ میں لپٹا ہوا سبز ریشم کا کپڑا ہے۔ کسی نے کہا " محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا۔ مخلوقات میں سے ہر شے آپؐ کی مٹھی میں آگئی۔" پھر تین آدمی آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کی طشتری اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم ہے۔ جب اس نے پھیلایا تو اس سے بہت چمکدار انگوٹھی نکلی۔ اسے لوٹے کے پانی سے سات مرتبہ دھویا اور آپ کے شانوں کے درمیان اس سے مہر لگادی۔ پھر اسے تھوڑی دیر اپنے پَروں میں رکھ کر مجھے واپس کر دیا۔ (خصائص کبریٰ)

۲۰۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ میں اس دن کے واقعات پر تعجب کر رہی تھی کہ تین آدمی آئے جو اس قدر خوب صورت تھے گویا سورج ان کے چہروں سے طلوع ہو رہا ہے ایک ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا جس سے مشک کی سی خوشبو آ رہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا طباق تھا جس کے چار کنارے تھے اور ہر کنارے پر سفید موتی جڑا ہوا تھا۔ کسی نے کہا" یہ تمام دنیا ہے، مشرق و مغرب اور بحر و بر۔ اے حبیب اللہ! اسے پکڑ لو جہاں سے تم چاہو۔" یہ سن کر میں بھی گھومی کہ دیکھوں کہ آپؐ کہاں سے پکڑتے ہیں۔ آپ نے درمیان سے پکڑا۔ پھر آواز آئی کہ رب کعبہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو پکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آپ کے لئے قبلہ اور مسکن مبارک بنا دیا۔ میں نے دیکھا کہ تیسرے کے ہاتھ میں خوب لپٹا ہوا ایک سفید ریشمی کپڑا ہے۔ اس نے وہ کپڑا کھولا اور اس سے انگوٹھی نکالی اور میری طرف آیا۔ طباق والے نے وہ انگوٹھی لے لی اور اسے سات مرتبہ لوٹے کے پانی سے دھویا پھر اس سے آپ کے شانوں کے درمیان مہر لگا دی اور پھر اسے ریشم میں لپیٹ لیا اور اس پر مشک کا دھاگہ باندھ دیا پھر اسے کچھ دیر اپنے پروں میں رکھا[1]۔ اور پھر آپ کے کان میں کوئی بات کہی جسے میں سمجھ نہ سکی۔ پھر فرمایا:۔

"اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بشارت ہو۔ ہر نبی کا علم میں نے تمہیں دے دیا۔ آپؐ ان میں سب سے زیادہ علم والے ہیں، زیادہ بہادر ہیں۔ آپ کے پاس کامیابیوں کی چابیاں ہیں۔ آپؐ کو رعب و دبدبہ عطا ہوا ہے۔ اے اللہ کے خلیفہ! جو شخص بھی آپؐ کا نام سنے گا اس کا دل آپؐ کے دیکھے بغیر ہی لرز جائے گا اور کانپ جائے گا۔"

(خصائص کبریٰ)

ف: سبحان اللہ! یہ ایسا عظیم مشاہدہ ہے کہ بڑے بڑے اولیاء کرام کو بھی

[1] حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں یہ شخص حضرت رضوان۔ خازن جنت تھے۔

دکھایا جا سکتا ہے اور رضوان فرشتہ کی تو ساری گفتگو تقریباً حدیث پاک میں موجود ہے میں انشاء اللہ اس کی تفصیل "اسلامی تجزیہ" کے زیر عنوان سناؤں گا۔

۲۱۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل محسوس نہیں ہوا نہ ہی میری طبیعت بوجھل ہوئی جیسا کہ عورتوں کی ہو جاتی ہے۔ صرف حیض کا بند ہو جانا محسوس ہوا۔ (حیض بند ہو جانے کے بعد) ایک دن میں بے داری اور خواب کی درمیانی حالت[1] میں تھی کہ میرے پاس کوئی آیا اور کہا تمہیں پتہ ہے کہ تمہیں حمل ہے۔ میں نے کہا مجھے پتہ نہیں۔ اس پر اس نے کہا کہ تم امت کے سردار اور نبی سے حاملہ ہو۔ یہ سوموار کا دن تھا۔ پھر جب ولادت کا وقت قریب آیا تو پھر وہی آنے والا آیا اور کہا یہ کہو" میں ہر حاسد کے شر سے اسے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔" چنانچہ میں کہتی گئی۔ بعد میں میں نے عورتوں سے ذکر کیا تو وہ کہنے لگیں کہ گردن اور بازوؤں پر لوہا پہنو۔ میں نے پہن لیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ وہ ٹوٹ کر گر گیا اور پھر میں نے نہیں پہنا۔ (خصائص کبریٰ)

حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل کے نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ میں پورے ۹، ماہ رہے۔ مگر آپ کی والدہ کو نہ درد ہوا اور نہ ہوا لگی اور نہ ہی پیٹ میں بے چینی اور نہ ہی کوئی ایسی بات جو عورتوں کو زمانہ حمل میں ہوا کرتی ہے۔ (خصائص کبریٰ صہ ۹۶)

۲۲۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ ولادت کے وقت عربوں کے رواج کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بڑی ہانڈی رکھی گئی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پرے گر پڑی۔ آپؐ نے اپنی آنکھیں کھولی ہوئی تھیں اور آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ یہ طلوع فجر سوموار کا دن تھا۔ (خصائص کبریٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ساتویں روز حضرت عبدالمطلب نے جانور

[1] اس کیفیت کو اولیاء کرام استغراق کہتے ہیں۔

ذبح کرکے قریش کی دعوت کی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی اور خیرات میں تھی۔ گویا یہ آپ کا نسیکہ (عقیقہ[1]) تھا۔ تو اس موقع پر قریش نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھنے کی وجہ پوچھی تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا "میں نے یہ نام اس لئے رکھا کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق زمین میں اس مولود کی حمد و ثنا کرے۔" (خصائص کبریٰ)

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں سے آگاہ کر دوں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اصلی مادہ حمد ہے۔ حمد کسی کے قابلِ تعریف اخلاق پسندیدہ اوصاف، اصلی کمالات اور حقیقی فضائل اور شخصیت میں موجود محاسن (خوبیوں) کو محبت و عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ حمد کا باب تفعیل "تحمید" ہے جو اس باب کا مصدر ہے۔ اس مصدر کو اسی وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی کی تعریف میں مبالغہ اور بار بار دہرائی مقصود ہو۔ لفظِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی بابِ تحمید کا اسم مفعول ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہوں گے "ایسی ذات جس کے واقعی، اور اصلی کمالات، جس کے محاسن اور خوبیاں اور جس کے پسندیدہ اخلاق، محبت اور عظمت کے ساتھ بار بار بیان کئے جائیں اور زمانے کی کوئی قید نہ ہو"۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معنی یہ ہیں کہ ایسی شخصیت جس میں قابلِ تعریف فضائل اور قابلِ تعریف اوصاف از حد درجہ پائے جائیں۔ سبحان اللہ! کیسا پیارا نام ہے اور کتنا پیارا مفہوم۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کی اس خواہش کو کیسے پورا فرمایا۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ قرآن پاک ان کی حمد میں رطب اللسان، انبیاء کرام ان کے مداح، ملائکہ ان کے ثنا خوان اور امت ان کی بے پناہ تعریفوں کی نگہبان۔ پھر قیامت کے دن بھی دیکھنا کہ کس طرح اولین و آخرین ان کی تعریفیں کرتے ہیں۔

---

[1] حدیثِ پاک میں عقیقہ کو نسیکہ فرمایا گیا ہے۔ اور اس تقریب کو عقیقہ کہنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

آپ کا دوسرا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جس کے معنی ہیں مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حامد بھی، محمود بھی، احمد بھی ہیں اور محمد بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا نام ہی تعریفوں والا ہے تو پھر ان کی ذات تعریفوں والی کیسے نہ ہو۔ حضرت حسان رضی نے کیا خوب کہا۔

اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہ دیکھا

اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ سے زیادہ جمیل اور فضائل والا تو کسی ماں نے جنا ہی نہیں

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے ہیں۔

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یوں لگتا ہے کہ آپ کو آپکی مرضی کے مطابق ہی بنایا گیا ہے

فضائلِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کا نام میری محبت اور میرے نام کی برکت کے لئے محمد رکھ دے تو وہ آدمی اور بچہ دونوں جنت میں جائیں گے۔ (حدیث)

۲۔ جس کی بیوی حاملہ ہو اور وہ عزم کرلے کہ اس بچے کا نام محمد رکھوں گا تو اللہ تعالیٰ اسے بیٹا نصیب فرمائیں گے۔

۳۔ جس کے بیٹے بچتے نہ ہوں وہ اپنے بیٹے کا نام محمد رکھے تو وہ زندہ رہے گا۔

---

[1] تفسیر روح البیان، جلد نمبر ۱، صہ ۱۸۴-۱۸۵)

۴۔ جس کھانے میں محمد نام والا بیٹھ جائے گا اس میں برکت ہو جائے گی اور جس مشورے میں وہ شامل ہو گا وہ کام درست ہو جائے گا۔

۵۔ جو آدمی اس نام کو محبت سے چوم لے گا اس کی بخشش ہو جائے گی۔

اس بارے میں حدیث پیشِ نظر ہے جو بہت سی کتابوں میں نقل ہے :۔

ابنِ عینیہؒ (مشہور محدث) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جمعہ ادا فرمائی پھر حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے جب حضرت بلالؓ نے عصر کی اذان دی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور فرمایا " قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ " (یارسول اللہ آپ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔) جب حضرت بلالؓ اذان سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اے ابوبکر! جس طرح تو نے کیا ہے اس طرح جو بھی میری ملاقات کے شوق میں کرے گا تو میرا خدا اس کے تمام گناہ (جو بھولے سے ہوں گے یا جان بوجھ کر، چھپ کر کیے ہوں گے یا ظاہر، پرانے ہوں گے یا نئے) بخش دے گا۔"

(قوت القلوب از ابوطالب محمد بن علی مکیؒ عظیم ولی اللہ) (روح البیان ج ۷، صہ ۲۲۸)

اس کی پوری تفصیل میری کتاب "معجزاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں ملاحظہ کیجیے۔

حضرتِ صفیہ بنتِ عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ ولادت کے بعد میں نے آپ کی چھ چیزیں دیکھیں۔ اوّل آپ نے سجدہ کیا۔ دوم آپ نے واضح زبان میں یوں فرمایا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ سوم آپ کے نور سے گھر روشن ہو گیا۔ چہارم میں نے آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی اے صفیہ تو غسل کی تکلیف نہ کر ہم نے ان کو پاک وصاف پیدا کیا ہے۔ پنجم میں نے اس خیال سے کہ لڑکی ہے یا لڑکا، دیکھا تو آپ کا ختنہ ہو چکا تھا اور ناف کٹی ہوئی تھی۔ ششم یہ کہ میں نے چاہا کہ آپ کو کرتہ پہناؤں

تو میری نظر آپ کی پشت مبارک پر پڑی تو اس پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔ (شواہد النبوت، صہ ۲۵) (ذکرِ حسین)۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ شبِ ولادت میں کعبہ میں تھا۔ سحری کے قریب میں نے دیکھا کہ کعبہ شریف نے مقامِ ابراہیم کی طرف سجدہ کیا اور تکبیر کہی اور تمام بُت جو کعبہ اور اس کے اِرد گرد نصب کیے ہوئے تھے اوندھے گر گئے۔ اور ہُبل بُت سے یہ آواز آئی کہ آگاہ ہو جاؤ پیغمبرِ آخرالزماں پیدا ہو گئے اور ان کے نور سے مشرق ومغرب روشن ہو گئے۔ (ذکرِ حسین)

شبِ میلاد بہت عظیم ومبارک موقع ہوتا ہے۔ ہمارے پیر صاحب فرماتے تھے کہ لاکھ لیلۃ القدر مل کر بھی شبِ میلاد کے برابر نہیں پہنچ سکتیں۔ میں نے علامہ قسطلانیؒ کا یہ ارشاد بھی پڑھا ہے کہ شبِ میلاد شبِ قدر سے افضل ہے اور انہوں نے اس پر مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:۔

	شبِ میلاد	شبِ قدر
۱۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے۔	شبِ قدر حضورؐ کو عطا کی گئی ہے اور صاحبِ عطا، عطا سے افضل ہوتا ہے۔
۲۔	شبِ میلاد میں تمام عالم پر احسان ہوا۔	اس میں صرف مسلمانوں پر احسان ہوتے ہیں۔
۳۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے جو فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔	اس رات ملائکہ تشریف لاتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں شبِ میلاد کا نفع شبِ قدر سے زیادہ ہے۔ اے میلاد کے مبارک مہینے تو کس قدر افضل اور اشرف ہے۔ تیری راتیں کتنی حرمت والی ہیں گویا کہ یہ زمانے میں انوار کے موتی ہیں۔ (زرقانی علی المواہب)

تقریباً یہی استدلال حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ہے۔

رضاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات روز اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ اور چند روز حضرت ثویبہ (ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ابولہب نے آزاد کی تھی) کا دودھ پیا اور بعد ازاں یہ سعادت حضرتِ حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد ہوئی - دودھ پلانے والیوں میں حضرت امّ ایمن بھی شامل ہیں۔ الحمد للہ یہ سب کی سب مسلمان ہوئی ہیں تو آپ کی اپنی والدہ اور پہلے دودھ پلانے والی حضرت آمنہؓ کیسے ایمان سے محروم رہ سکتی ہیں -

شہری عربوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچے پرورش کے لئے دیہات میں بھجوایا کرتے تھے تاکہ کھلی ہوا وفضا میں ان کی مناسب نشوونما ہو سکے اور ان کی زبان خالص عربی ہو جائے - پس دیہات کی رہنے والی عورتیں سال میں ایک دو مرتبہ شہروں میں آتی تھیں اور بچوں کو لے جاتی تھیں۔ چنانچہ اسی دستور کے مطابق قبیلہ بنی سعد کی چند عورتیں جن میں حضرتِ حلیمہ سعدیہؓ بھی شامل تھیں بچے لینے کے لئے مکّہ میں آئیں۔ اس وقت حلیمہؓ کے ساتھ ان کے شوہر حارث اور ان کے اپنے شیر خوار بیٹے (عبداللہ) بھی تھے۔ باقی عورتیں یہ سن کر کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یتیم ہیں اور مناسب معاوضہ نہیں ملے گا، آپؐ کو لینے کے لئے نہ بڑھتی تھیں۔ لیکن حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو ان کی سعادت حضرتِ آمنہؓ کے گھر لے گئی۔ حضرتِ حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ دودھ سے زیادہ سفید تھے اور سبز ریشم پر اس طرح سو رہے تھے کہ آپؐ کا ہاتھ آپؐ کے سینہ مبارک پر تھا اور آپؐ سے کستوری کی سی خوشبو آ رہی تھی۔ آپؐ کے حسن وجمال پر میں ہزار جان سے قربان ہو گئی۔ قریب ہو کر میں نے اپنا ہاتھ نرمی اور پیار سے آپؐ کے سینہ مبارک پر رکھ دیا تو آپؐ نے تبسم فرمایا اور اپنی مبارک آنکھیں کھولیں۔ آنکھوں سے ایسا نور نکلا کہ اس کی شعائیں آسمان تک پہنچ گئیں۔ میں نے فرطِ محبت سے آپؐ کو اٹھایا اور پیشانی پہ بوسہ دیا اور گود میں لے کر اپنی داہنی چھاتی آپؐ کے منہ میں دی تو اس قدر دودھ اُترا کہ میں خود حیران تھی۔ آپؐ نے خوب دودھ پیا لیکن جب میں نے بائیں طرف آپؐ کو پھیرا تو آپؐ نے پینے سے منہ پھیر لیا اور ہمیشہ آپؐ کا یہی طریقہ رہا کہ صرف داہنی جانب سے دودھ پیتے اور دوسری طرف اپنے بھائی عبداللہ کے لئے چھوڑتے۔

سبحان اللہ ! کتنا انصاف ہے ایامِ شیر خواری میں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

(ذکرِ حسین)

مثلِ مادر حلیمہؓ پہ احسان کریں
ان کی بخشش کا طفلی میں سامان کریں
پاسِ حقِ رضاعت کا ہر آن کریں
بھائیوں کے لئے ترکِ پستان کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے بخوشی دے دی۔ حضرتِ آمنہؓ نے اپنا لختِ جگر مجھے دیتے ہوئے فرمایا۔ " میرے اس بیٹے کا خیال رکھنا۔ اس کے بارے میں کسی سے پوچھ لینا کیونکہ میں نے میلادِ پاک کے وقت دیکھا تھا کہ میرے بدن سے ایک شہاب (روشنی کا گولہ) طلوع ہوا ہے جس سے ساری زمین روشن ہو گئی ہے " (خصائصِ کبریٰ)

حضرتِ حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھاتے ہوئے اپنے ڈیرے کی طرف واپس لوٹیں۔ واہ ! حضرتِ حلیمہؓ کے مقدر پہ قربان۔

چلی ڈیرے کی جانب، آج ایسے نور کو لے کر

مہرِ خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر

حضرتِ حلیمہؓ جب اپنے خیمے میں آئیں اور یہ نورِ نظر اپنے شوہر کو دکھایا تو وہ بھی فریفتہ ہوگیا۔ وہ اپنی اونٹنی جو قحط سالی کی ماری ہوئی تھی اور ایک قطرہ دودھ بھی نہ دیتی تھی۔ اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ میرے شوہر نے اس دودھ کو خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا میرا وہ بچہ جو دودھ نہ ہونے کی وجہ سے بھوک سے بلکتا رہتا تھا اور رات کو سوتا نہ تھا آج سیر آب ہوکر چین کی نیند سوگیا۔ یہ دیکھ کر حضرتِ حلیمہؓ کے شوہر کہنے لگے خدا کی قسم! یہ برکتیں اسی بچے کی ہیں اور امید ہے کہ اس کی خدمت سے برکتوں میں اور اضافہ ہوگا۔

آپ تین دن تک مکہ میں دوسری عورتوں کے ساتھ ٹھہریں اور پھر الوداعی سلام کرنے کے لئے حضرتِ آمنہؓ کے پاس حاضر ہوئیں اور آکر کہا خدا کی قسم! یہ بچہ بہت مبارک ہے۔ میں نے ایسی خیر و برکت والا بچہ کبھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ کی والدہ نے اپنے بچے سے پیار کیا اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا۔

—— أُعِيْذُهُ بِاللّٰهِ ذِي الْجَلَالِ مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَى الْجِبَالِ

میں اسے اللہ ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر اس شے کی برائی سے جو پہاڑوں پر چلے یعنی جنات۔

—— حَتّٰى أَرَاهُ حَامِلَ الْحَلَالِ وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ إِلَى الْمَوَالِي

یہاں تک کہ میں اسے امرِ حلال والا اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنیوالا دیکھوں۔

—— وَغَيْرِهِمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ

اور ان کے علاوہ دوسرے ادنیٰ لوگوں پر احسانات کرتے دیکھوں۔

اور پھر مجھے تاکید فرمائی کہ اس بچے سے غافل نہ رہنا کیونکہ عنقریب اس کی ایک خاص شان ظاہر ہوگی۔ (طبقات ابن سعد)

قارئین! اب آپ خود اندازہ لگالیں کہ حضرتِ آمنہؓ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا

عقیدہ رکھتی تھیں اور کتنی بصیرت والی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقبل (رسالت، شریعت، رحمت، از حد شفقت اور شانِ سادات) گویا ان کے سامنے تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرتِ حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ واپس آکر جب میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی تو میری گدھی نے کعبہ شریف کی طرف تین سجدے کئے اور پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور چلی۔ گویا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنے محبوبؐ کی سواری کے لئے اسے منتخب کیا۔ اب وہ گدھی تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی سب سے آگے نکل گئی۔ دوسری عورتیں تعجب سے پوچھتیں اے بنتِ ذویب! کیا یہ وہی گدھی ہے؟ جب میں کہتی ہاں تو اعتبار نہ کرتیں۔ اب وہ گدھی کیسے پیچھے رہ سکتی ہے جس کی پشت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوں۔

(ذکرِ حسین)

علامہ زرقانیؒ نے "مواہب" میں اور علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں گدھی کا یہ کلام بھی نقل کیا ہے جو حضرتِ حلیمہؓ نے سنا۔

"اے بنی سعد کی عورتو! تم تو غفلت میں ہو، اور تم نہیں جانتیں کہ میری پیٹھ پر کون سوار ہے۔ بے شک تمام انبیاء سے بہتر، رسولوں کے سردار، پہلے اور پچھلے لوگوں میں سب سے بہترین اور سب جہانوں کے رب کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر سوار ہیں۔"

آپ فرماتی ہیں کہ جب ہم آپؐ کو لے کر اپنے قبیلے میں پہنچے تو کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں آپؐ کی خوشبو نہ پھیلی ہو۔ عرصہ سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین ایسی خشک اور ویران ہوچکی تھی کہ کہیں دُور دُور تک سبزہ نظر نہ آتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میری بکریاں سیر ہوکر آتی تھیں اور خوب فربہ ہوتی جاتی تھیں اور خوب دودھ دیتی تھیں۔ لوگ اپنے چرواہوں کو کہتے کہ تم بھی اپنی بکریاں وہیں لے جاؤ جہاں حلیمہؓ کی بکریاں چرتی ہیں۔ لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ حلیمہؓ کی آغوش میں جو رحمتِ عالم سمٹ آئی ہے یہ سب اس کی برکات ہیں۔ (ذکرِ حسین)

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے قبیلہ بنی سعد کے لوگوں نے جب آپؐ کی وجہ سے ہمارے گھر بے شمار برکتوں کا ظہور دیکھا تو ان کے دلوں میں آپؐ کی عظمت و محبت پیدا ہوگئی اور ان سب کو آپؐ کے مبارک ہونے کا یقین ہوگیا۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنی سعد کا کوئی آدمی یا کوئی جانور کسی بیماری میں مبتلا ہوجاتا تو لوگ اسے ہمارے گھر لاتے اور آپؐ کا دستِ مبارک مریض کے جسم پر پھیرتے تو وہ تندرست ہوجاتا۔ (زرقانی علی المواہب)

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ مقررہ وقت پر بول و براز کرتے۔ جب آپ دودھ پیتے تو آپ کا منہ خود بخود صاف ہوجاتا۔ جب آپ کا ستر ننگا ہوجاتا تو آپؐ رونے لگتے۔ میں سمجھ جاتی اور آکر ڈھانپ دیتی۔ اگر کبھی دیر ہوجاتی تو غیب سے کوئی ڈھانپ دیتا۔ آپؐ کو بچوں سے کوئی مشابہت نہ تھی۔ آپؐ دو برس کی عمر میں چار برس کے معلوم ہوتے تھے۔ ہر روز آپؐ کے حسن و جمال میں اضافہ ہوجاتا۔ لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلتے۔ پاکیزہ اور خوب صورت گفتگو فرماتے۔ ضد، بد خلقی اور شرارت سے باز رہتے۔

(مدارج النبوت)

دو سال کے بعد آپؐ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور حضرت حلیمہؓ آپ کو لے کر مکہ تشریف لائیں اور آپؐ کو اپنی والدہ سے ملایا۔ والدہ نے بہت پیار کیا اور بوسے دیئے۔ لیکن آپؐ کے رضاعی والدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ برکتوں اور کرامتوں کا مشاہدہ کر چکے تھے اس لئے انہوں نے حضرت آمنہؓ سے عرض کیا کہ یہ بچہ ایک سال کے لئے ہمیں اور دے دیں۔ اُن دنوں مکہ میں وَبا بھی پھیلی ہوئی تھی تو انہوں نے یہ بہانہ بھی لگایا کہ ہمیں ان کے بیمار ہوجانے کا خطرہ ہے۔ الغرض انہوں نے بہت اصرار کرکے والدہ سے ہاں کرالی اور پھر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اُپنی جھونپڑی میں لے گئے۔ لیکن چند ماہ بعد شقِ صدر (دل کا پھاڑا جانا) کا واقعہ پیش آگیا جس سے حضرت حلیمہؓ اور ان کے خاوند کو تشویش ہوگئی۔ وہ واقعہ انتہائی مختصر الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ (خصائص کبریٰ)

واقعہ شقِ صدر

ایک دن آپؐ اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے چراگاہ میں تشریف لے گئے تو وہاں اچانک تین آدمی آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے جاکر آپؐ کا پیٹ چاک کردیا اور آنتیں، دل، گردے وغیرہ سب نکال کر دھوئے اور پھر آپؐ کے دل سے ایک سیاہ پھٹک نکال کر باہر پھینک دی۔ اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا۔ پھر اس نے ایک نورانی مہر آپؐ کے دل پر لگائی تو آپ کا دل حکمت و نور اور خوشی و سرور سے بھر گیا۔ پھر آپؐ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر اسے ٹھیک کردیا۔ پھر ایک فرشتے نے کہا انہیں امت کے دس آدمیوں سے تولو۔ جب تولا گیا تو آپؐ وزنی نکلے پھر کہا سو سے تولو۔ جب تولا گیا تو پھر آپؐ وزنی نکلے۔ اس نے کہا انہیں ایک ہزار سے تولو۔ جب تولا گیا تو آپؐ ہی وزنی نکلے۔ پھر اس نے کہا انہیں چھوڑ دو۔ خدا کی قسم! اگر تم انہیں ساری امت کے ساتھ بھی تولو تو یہ وزنی نکلیں گے۔

(طبقات، مواہب، مستدرک حاکم، سیرت ابن ہشام، مدارج النبوۃ، مشکوٰۃ)

یہ منظر دیکھ کر آپؐ کے بھائی دوڑتے ہوئے گھر گئے اور جاکر کہا کہ قریشی بھائی قتل کردیئے گئے۔ یہ سنتے ہی حضرت حلیمہؓ اور آپؐ کے شوہر حارث تیزی سے بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپؐ پہاڑ کے اوپر کھڑے ہیں، آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، رنگ زرد ہو رہا ہے۔ ہمیں دیکھ کر آپؐ نے تبسم فرمایا۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کو بوسہ دیا اور کہا اے قدر و شان والے ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں تیرا پیٹ کس نے چاک کیا؟ پھر آپؐ نے مندرجہ بالا واقعہ سنایا۔ (حضرت حلیمہؓ) (ذکرِ حسین)

تفصیل کے لئے 'ذکر حسین' یا میری کتاب 'معجزاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم' کا مطالعہ کریں۔

اس واقعہ سے ڈر کر حضرت حلیمہؓ آپ کو حضرت آمنہؓ کے پاس لے آئیں۔ وہ بولیں کیا بات ہے؟ تم تو اس کے حد درجہ خواہش مند تھے۔ ہم نے کہا ان کے ضائع ہونے اور کوئی ناگوار بات پیش آنے کا ڈر ہے۔ حضرت آمنہؓ بولیں۔ ایسا نہیں ہے سچ بتاؤ؟ جب ہم نے انہیں شق صدر کا واقعہ سنایا تو آپ فرمانے لگیں:۔

"کیا تمہیں میرے بیٹے پر شیطان کا خوف ہے۔ خدا کی قسم! شیطان ان پر کوئی راہ نہیں پا سکتا۔ میرا بیٹا بہت شان والا ہے۔ کیا میں تمہیں ان کا ایک اور واقعہ نہ سناؤں۔" ہم بولے ضرور سنائیں۔ تو آپ نے فرمایا " ان کا حمل بہت ہلکا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے ایک نور طلوع ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ آپ جب پیدا ہوئے تو اپنے ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے اور آسمان کی جانب سر اٹھایا ہوا تھا۔" (خصائص کبریٰ)

ف: آپ کی یہ گفتگو بھی ظاہر کرتی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے مکمل طور پر آشنا تھیں اور ان کی عظمت و رفعت کی قائل تھیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس بیٹے پر شیطان راہ نہیں پا سکتا۔ یہ ہے نورِ بصیرت جو اعلیٰ مومن میں ہی پایا جا سکتا ہے

بہر حال حضرت حلیمہؓ شق صدر سے بہت خائف تھیں اس لئے انہوں نے یہ بچہ آپ کی والدہ اور دادا جان کے سپرد کر دیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ اس موقع پر میں نے یہ آواز سنی۔

"اے مکہ کی سنگلاخ زمین! تجھے مبارک ہو۔ آج کے دن تجھے تیرا نور، تیرا دین، تیرا جلوہ اور تیرا کمال واپس مل رہا ہے تو مامون ہو جا، تو کبھی ذلیل و رسوا نہ ہو گی۔"

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار برکات جو اُن کے دودھ پلانے کے دوران دیکھی تھیں وہ سب آپ کی والدہ ماجدہ کو سنائیں تو وہ بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں:۔

"اے حلیمہؓ! میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی اور میری خواہش ہے کہ وہ زمانہ پاؤں۔"

(خصائص کبریٰ)

مگر افسوس کہ تقدیر نے مہلت نہ دی اور اپنے بیٹے کا یہ کمال آپ نہ دیکھ سکیں۔ اب انشاء اللہ ان کی یہ خواہش جنت میں پوری کی جائے گی۔

حضرت آمنہؓ کا سفرِ مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ اپنی لونڈی ام ایمن اور آپ کو ساتھ لے کر اپنے خاوند کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ تشریف لے گئیں۔ وہاں نابغہ نجاری کے گھر ہی ایک ماہ قیام فرمایا۔ یہ وہی گھر ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہؓ دفن تھے۔ خدا جانے آپ کتنی بار اپنے خاوند کی قبر پر حاضر ہوئی ہوں گی اور کتنی بار اشکبار ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس غم پر انہیں لا محدود اجر عطا فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قیام کی کافی باتیں یاد رکھتے تھے۔ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو بنو نجار کے مکانوں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے کہ اس مکان میں میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ٹھہرا تھا۔ اس گھر میں میرے والد ماجد کی قبر ہے۔ اس تالاب میں میں نے تیرنا سیکھا ہے اور اس میدان میں میں ایک انصاری لڑکی "انیسہ" سے کھیلا کرتا تھا اور ایک یہودی مجھے دیکھ کر میرے پیچھے پھرتا تھا۔ ایک دن اس نے کہا اے لڑکے! آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا "احمد" پھر اس نے میری پشت پر مہر نبوت دیکھی اور کہا یہ لڑکا اس امت کا نبی ہے۔ پھر اس نے میرے بھائیوں (بنو نجار) کو یہ بات بتا دی۔ انہوں نے میری والدہ کو بتایا تو وہ میرے معاملے میں یہودیوں کی عداوت سے ڈریں اور ہم مدینہ منورہ سے نکلے۔

حضرت ام ایمنؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت میرے پاس مدینہ منورہ

کے دو یہودی آئے اور کہا احمد کو ذرا لانا۔ میں لائی تو انہوں نے آپؐ کی علامات کو دیکھا اور پھر ایک نے دوسرے سے کہا یہ اس امت کے نبی ہیں۔ یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔ عنقریب اس شہر میں امرِ عظیم ظاہر ہوگا۔ لوگ قتل ہوں گے اور قیدی بنیں گے۔ ام ایمنؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان دونوں کا کلام یاد رکھا۔

(الذکر الحسین)

حضرتِ آمنہؓ کی وفات

مدینہ منورہ سے واپسی پر آپ جب مقامِ ابوا میں پہنچیں تو بیمار ہوگئیں۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۵ سال تھی۔ اس وقت آپ کے پاس حضرتِ اسماء بنتِ رہم کی ؛"دہ بھی تھیں۔ آپ کا آخری وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کی عمر میں آپ کے سرہانے پُرنم بیٹھے تھے۔ حضرتِ آمنہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند جیسے چہرے کو الوداعی نظروں سے دیکھا اور فرمایا:۔

— بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ مِنْ غُلَامٍ ‏ ‏ يَا ابْنَ الَّذِي مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ
اے میرے بیٹے اللہ تجھے بابرکت بنائے۔ ‏ ‏ اے اُسکے بیٹے جس نے موت کی سختی سے

— نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ ‏ ‏ فُوْدَا غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
نجات پائی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ‏ ‏ جو قربان کیا گیا تھا قرعہ اندازی کے بعد

— بِمِائَةٍ مِنْ إِبِلٍ سُوَامٍ ‏ ‏ إِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ
انکے عوض سو اُونٹ اللہ نے قبول فرمائے ‏ ‏ اگر وہ صحیح ہے جو میں نے خوابوں میں دیکھا

— فَأَنْتَ مَبْعُوثٌ إِلَى الْأَنَامِ ‏ ‏ مِنْ عِنْدِ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
تو پھر تُو مخلوق کی طرف مبعوث ہوگا ‏ ‏ اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے

— تُبْعَثُ فِي الْحِلِّ وَفِي الْحَرَامِ ‏ ‏ تُبْعَثُ فِي التَّحْقِيقِ وَالْإِسْلَامِ
تو حلالؒ وحرام کے ساتھ مبعوث ہوگا ‏ ‏ اور تو حق و اسلام کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ (لہ برصفحہ ثانی)

— دِينُ أَبِيكَ الْبَرِّ إِبْرَاهَامِ ‏ ‏ فَاللّٰهُ أَنْهَاكَ عَنِ الْأَصْنَامِ
جو تیرے باپ حضرتِ ابراہیمؑ کا دین ہے ‏ ‏ پس اللہ نے آپکو بتوں سے منع فرمایا ہوا ہے

— أَنْ لَا تُوَالِيهَا مَعَ الْأَقْوَامِ
اور اس سے بھی منع فرمایا گیا ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ ملکر بتوں کیلئے تعظیم یا ذبح کرے

ف:۔ یہ اشعار دلائل النبوۃ، خصائصِ کبریٰ، الوی مصطفےٰ اور زرقانی میں نقل کئے گئے ہیں۔ ان کے متعلق علامہ زرقانی کی رائے ہدیہ قارئین ہے۔

"حضرتِ آمنہؓ کا یہ قول اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ توحید پرست تھیں کیونکہ انہوں نے حضرتِ ابراہیمؑ کے دین کا اور اپنے بیٹے کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے اور بتوں سے نفرت کا اظہار کیا ہے۔ یہی توحید ہے۔ عہدِ جاہلیت میں کُفر سے بُری ہونے اور موحدہ ہونے کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے۔"

ان اشعار کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ آپ دینِ ابراہیمی پر قائم اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی تھیں۔ آپ نے اپنے شعروں میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا اظہار کیا ہے وہ قرآنِ پاک میں مذکور ہوتی ہیں۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کو "ملک العلام" مانتی ہیں اور حضرتِ عبداللہ کا بچنا محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھتی ہیں۔ پھر ان کی بصیرت کا یہ عالم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقبل میں مبعوث ہونا گویا ملاحظہ فرما رہی تھیں۔ بتوں سے اپنی اور اپنے بیٹے کی دُوری بیان فرما رہی ہیں۔ یہ ساری باتیں شہادت دے رہی ہیں کہ وہ مسلمان اور دینِ حنیف کی پیروکارہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لامحدود درجات بلند فرمائے۔

ان اشعار کے کہنے کے بعد پھر آپ نے یہ فرمایا:۔

"ہر جاندار کو مرنا ہے اور ہر نئی چیز نے پرانا ہونا ہے اور ہر بڑے نے

(گزشتہ صفحہ سے پیوستہ) لہ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ تو حرم شریف (مکہ معظمہ) اور غیر حرم شریف (باقی سرزمین) کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے گا۔

بھی فناہ ہو جانا ہے اور میں بھی مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہے گا کیونکہ میں نے اپنے پیچھے ایک بہت بڑی بھلائی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" چھوڑی ہے اور میں نے انتہائی پاک بیٹا جنا ہے"!!

یہ تھے آپ کے آخری الفاظ۔ پھر آپ کی روح پرواز کر گئی۔ اِنّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اور اس طرح ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم غریب الوطنی میں اپنی ماں کی پُر شفقت آغوش سے محروم ہو گئے۔

ف : آپ کا آخری کلام آپ کی کمال بصیرت کا مظہر ہے۔ یہ آپ کے زریں اقوال ہیں جو یاد کرنے اور پھیلانے کے قابل ہیں۔ آپ کا یہ فرمان "کہ میرا ذکر باقی رہے گا" کتنا پُر حقیقت ہے کہ آج تک آپ کی عظمتوں کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اور یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

آپ کی وفات پر جنوں نے مرثیے پڑھے جن میں سے کچھ اسماء کی والدہ نے بیان کئے ہیں :-

— نَبْكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْأَمِينَةَ — ذَاتَ الْجَمَالِ وَالْعِفَّةِ الرَّزِينَةِ

ہم جوان، نیکو کار آمنہؓ کو روتے ہیں — جو بہت حسین، پاکدامن اور عظمت والی تھیں

— زَوْجَةُ عَبْدِ اللهِ وَالْقَرِينَةِ — أُمُّ نَبِيِّ اللهِ ذِي السَّكِينَةِ

وہ عبداللہؓ کی بیوی اور انکی ہم نشین تھیں — اللہ کے نبی کی والدہ جو بہت تحمل والی تھیں[1]

— وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِينَةِ — صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِينَةً

اور جو مدینہ منورہ میں منبر والے ہونگے — وہ اپنی قبر میں ہمیشہ کے لئے چلی گئیں

سبحان اللہ! کتنے اچھے اشعار ہیں اور کتنی اچھی ہے وہ شخصیت جس کی شان میں یہ اشعار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بے حد رحم و کرم فرمائے اور جنت میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔

[1] صاحب تحمل ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بھی ہو سکتی ہے۔

حضرتِ آمنہؓ کے مکاشفات کا اسلامی تجزیہ

اس عنوان کے تحت میں آپ کو بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں یہ بتاؤں گا کہ حضرت آمنہؓ نے جو روحانی مناظر دیکھے اور ولادتِ طیبہ کے وقت آپ کو جو مکاشفات نصیب ہوئے وہ کس معیار کے ہیں تاکہ آپ خود اندازہ لگا سکیں کہ حضرت آمنہؓ اللہ تعالیٰ کی کتنی عظیم ولیہ تھیں۔

حضرت امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں :-

" جو کوئی دل کو غصہ، خواہش، بُرے اخلاق اور اس جہان کی چاہت سے باہر نکالے اور خالی جگہ بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے اللہ اللہ کہے۔ دل کو عالم ملکوت کی طرف لگائے تو جاگتے ہوئے بھی وہ (روحانی) مناظر دیکھنے لگتا ہے جو دوسرے لوگ خواب میں دیکھتے ہیں۔ فرشتوں کی روحیں اس پر نیک صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ پیغمبروں کو دیکھتا اور ان سے فائدہ لیتا ہے"! (ص ۳۳)

ف : آپ پڑھ آئے ہیں کہ حضرت آمنہؓ پر ان مکاشفات کا دروازہ کھلا تو ماننا پڑے گا کہ آپ غصہ سے خالی، بُری خواہش سے دور، بُرے اخلاق سے منزہ اور دنیا کی محبت سے بیزار تھیں۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی تھیں اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف لگائے رکھتی تھیں۔ تب ہی تو ان کے دل کی یہ کھڑکی کھلی جو صرف اولیاء اللہ پر کھولی جاتی ہے۔

اب کشف کے کئی درجے ہیں :-

۱۔ صرف روحانی مناظر دیکھنا۔

۲۔ فرشتوں اور نبیوں کو دیکھنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا یا اللہ کا کلام سُننا۔

- حضرت پیر مہر علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ "ولایت کے سَو درجے ہیں اور پندرھویں درجے پر کشف ہوتا ہے"۔ جب حضرتِ آمنہؓ کو یہ مقام حاصل تھا تو پھر مان لو کہ آپ کم از کم ولایت کے پندرھویں درجے پر تو فائز تھیں۔

- کشف کا دوسرا درجہ اعلیٰ ہے جو خاص خاص لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ حضرتِ آمنہؓ کے مکاشفات نمبر ۱، تا ۱۰، اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نے فرشتوں اور نبیوں کی نہ صرف زیارتیں کی ہیں بلکہ ان کا کلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا سلام اور مبارکبادیں بھی سنی ہیں۔

- کشف کا تیسرا درجہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا اور کلام الٰہی سننا ہے۔ یہ درجہ اصل میں انبیاءِ کرام کا ہے لیکن ان کے صدقے سے بعض کاملین اولیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرتِ علیؓ ان خوش قسمت حضرات میں سے ہیں جنہیں یہ دیدار نصیب ہوا ہے۔ اب حضرتِ آمنہؓ کے مکاشفات نمبر ۱۰، ۱۳، اور ۱۹، اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے کلام الٰہی سنا ہے اور انوارِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ آپ کامل ترین اولیاءِ کرام میں سے ہیں۔

حضرت سلطان العارفینؒ اپنی کتاب "نور الھُدیٰ صد ۶۵" میں اہلِ خواب و مراقبہ کا ذکر کرنے اور اہلِ مراقبہ کو اہلِ خواب سے بلند درجہ میں رکھنے کے بعد رقمطراز ہیں:-

"اہلِ مراقبہ کو چشم پوشی اور استغراق کے لئے کوشش اور جدوجہد درکار ہے تیسرا راستہ عین العیان کا ہے۔ صاحبِ عیان کو نہ خواب کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مراقبے کی۔ ایسے عارفِ کامل مکمل واکمل کی ظاہری اور باطنی آنکھ ایک ہو جاتی ہے جو کچھ دیگر لوگ خواب یا مراقبے میں دیکھتے ہیں یہ لوگ عین بیداری میں دیکھتے ہیں یہ مرتبہ ہزاروں لاکھوں سالکوں میں سے کسی خاص الخاص اور اخص کو ملتا ہے۔ ہر بوالہوس، خام ناتمام کو یہ مقام اور مرتبہ حاصل نہیں ہوتا"۔

سلطان باہوؒ کے اس بیان کی روشنی میں اب حضرتِ آمنہؓ کے مکاشفات کا جائزہ لیجئے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا وہ روحانی مناظر دیکھے۔ کعبۃ اللہ پر، مشرق و مغرب میں جھنڈے نصب ہونا، نور سے شام کے محلات نظر آنا، ملائکہ کی تسبیح پڑھنا اور ان کا خوشبوئیں بکھیرنا اور اللہ تعالیٰ کے جبرئیل امینؑ کو ولادتِ طیبہ کے وقت فرامین جاری ہونا وغیرہ سبھی روحانی کیفیات تھیں لیکن حضرتِ آمنہؓ نے یہ سب کچھ کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ کچھ چیزیں استغراق میں دیکھیں۔ لیکن بوقتِ ولادت سب کچھ ظاہری آنکھ سے دیکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عین العیان مکاشفہ تھیں اور یہ مرتبہ بقول سلطان العارفین ہزاروں لاکھوں میں سے اللہ تعالیٰ کے کسی خاص مقرب ولی کو ہی ملتا ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرتِ آمنہؓ ولایت میں اعلیٰ ترین اور منفرد مقام رکھتی ہیں۔

علامہ زرقانی بھی یہ سارے مکاشفات بیان کر کے یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین عارف باللہ تھے یعنی اولیاءِ کرام میں شامل تھے۔ بہت سے مفسرین اور محدثین کی رائے کی روشنی میں مولانا شفیع اوکاڑھویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین امت کے برگزیدہ ترین لوگوں میں سے ہیں"۔

(الذکر الحسین)

اختتامیہ

الحمدللہ! کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔ میری دلی تمنا تھی کہ کتاب کا خاتمہ قرآن وحدیث سے ہو جائے۔ اسی تمنا کی خاطر آخری صفحات پیشِ خدمت ہیں جن میں ایک حدیثِ پاک اور قرآنِ پاک کی دو آیات اور ان کی تشریح ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین کے متعلق آپ کی رائے کو مزید حسن بخش دیں گی انشاءاللہ۔

عَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا۔

(ابوداؤد، احمد، مشکوٰۃ)

"حضرت معاذ جہنیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے قرآنِ پاک کی تلاوت کی اور اس پر عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی جبکہ وہ دنیا کے گھروں میں ہو۔ پھر تمہارا کیا گمان ہے اس شخص کے متعلق جس نے خود اس پر عمل کیا ہوگا؟"

یہ حدیث بتا رہی ہے کہ قرآنِ پاک کے پڑھنے والے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے عام مسلمان کے والدین کو میدانِ محشر میں ایسا تاج پہنایا جائے گا

جس کی روشنی سورج سے بڑھ کر ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے صحابہ سے پوچھا تھا کہ بتاؤ پھر عاملِ قرآن کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟

قارئین! میں آپ سے پوچھتا ہوں بتاؤ اُن والدین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کے بیٹے پر قرآنِ پاک نازل ہوا جو سب سے بہترین قاری، سب سے عمدہ حافظ اور سب سے بڑھ کر قرآن پر عمل کرنے والے ہیں اور جن کے صدقے کروڑوں حافظ، اربوں قاری اور امتیں قرآنِ پاک پر عمل کرنے والی بنی ہیں۔ تو پھر یہ ڈنکے کی چوٹ پر کہہ دینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمینؓ میدانِ محشر میں ایسا روشن تاج پہنیں گے کہ کروڑوں سورج شرما جائیں گے۔ ان کے تاج کا ایک ایک موتی اتنا قیمتی ہوگا کہ کائنات کے خزانے ہلکے ہو جائیں گے۔

یہ تو ان کی شان تھی میدانِ محشر میں۔ اب آئیں جنت میں بھی دیکھیں کہ وہ کس مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ (سورۃ مومن آیت نمبر8)

(فرشتے مومنوں کے لئے یوں دعا کرتے رہتے ہیں) اے ہمارے رب! انہیں جنت عدن میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا اور اُن کے نیک والدین کو، ان کی نیک بیویوں کو اور ان کی صالح اولاد کو بھی (جنت میں داخل فرما)

علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ یہاں "صَلَحَ" سے مُراد صرف ایمان ہے کیونکہ جب انسان صفتِ ایمان سے متصف ہو جاتا ہے تو قابلِ بخشش ہو جاتا ہے۔ پھر آپ امام بغویؒ کی وہ حدیث بیان کرتے ہیں جو سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے۔ "جب بندہ مومن جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا میرا باپ

کہاں ہے ؟ میری ماں کہاں ہے ؟ میرے بچے کہاں ہیں ؟ میری بیوی کہاں ہے ؟
اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح اچھے عمل نہیں کئے اس لئے وہ یہاں موجود
نہیں ہیں تو جنتی کہے گا کہ میں نیک اعمال اپنے لئے اور ان کے لئے بھی کرتا تھا۔ پھر
کہا جائے گا ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل کر دو۔

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے۔ یہاں سے صراحتاً
معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "صلح" سے مراد نفسِ ایمان ہے۔"

آپ کی اس تشریح سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ شخص جو ایماندار تھا اور اس کے
بیوی بچے اور والدین نیک عمل سے خالی تھے تو جنت میں انہیں بھی اس کے ساتھ ہی
کر دیا جائے گا۔ حضرت آمنہؓ اور حضرت عبداللہؓ کے ایمان میں تو کوئی شک ہی نہیں
کیا جا سکتا جیسا کہ آپ پہلے تفصیلاً پڑھ چکے ہیں تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ
جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

دوسری جگہ ربِ کریم رؤف الرحیم یوں فرماتے ہیں :۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ
ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ

(سورۃ طور آیت نمبر ۲۱)

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی
اتباع کی تو ہم نے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ملا دیا (جنت میں) اور
ان کے اپنے اعمال میں ہم نے کوئی کمی نہ فرمائی۔"

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسمٰعیل حقیؒ صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں کہ
یہاں "ایمان" کا لفظ تنکیر کے ساتھ آیا ہے جو تقلیل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی
بے شک یہ لوگ اپنے آباء کے ایمان کے مرتبے کو نہ پہنچ سکیں گو ان کے اعمال اتنے

اعلیٰ نہ ہوں لیکن صرف ایمان ہی اس نعمت کے لئے کافی ہوگا۔ چھوٹی بڑی اولاد ساری
ہی جنت میں والدین کے ساتھ مل جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

"اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو اٹھا کر مومن کے درجے میں رکھے گا۔ گو
اعمال میں وہ اس سے علاوہ ہوں۔ یہ صرف اس کی آنکھیں ٹھنڈی
کرنے کے لئے اور اس کے سرور کو مکمل کرنے کے لئے ہوگا۔"

سبحان اللہ! کتنا پیارا ارشادِ مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتی کی آنکھ ٹھنڈی
کرنے کے لئے اس کی بے عمل اولاد اس کے ساتھ ملا دے گا اور ایسی ہی علماء کی
رائے والدین کے متعلق ہے تو پھر آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی نہ فرمائے گا اور ان کے والدین کو ان کے
ساتھ نہ ملائے گا جن کے بارے میں مشہور حدیثِ قدسی ہے کہ :۔

"اے میرے محبوبؐ! اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو آسمانوں کو پیدا
نہ کرتا اور اپنی ربوبیت بھی ظاہر نہ کرتا۔"

ایسے لاڈلے محبوبؐ کی آنکھیں ٹھنڈی نہ کی جائیں اور ان کے نعلین کی دھول کے صدقے
کروڑوں کی آنکھیں ٹھنڈی کر دی جائیں۔ یہ بات انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ بلاشبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی اور ان کے سرور کو مکمل
کرنے کے لئے ان کے والدین کو ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

جب آپ یہ جان چکے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمینؓ
آپؐ کے ساتھ ہوں گے تو اب یہ بھی جان لو کہ جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ رسولِ
پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔

آپؐ کا ارشاد ہے "اے میرے صحابہ میرے لئے وسیلہ مانگا کرو۔ انہوں نے
عرض کی یا رسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جنت کا اعلیٰ ترین مقام جو پوری

مخلوق میں سے صرف ایک ہی شخص کو دیا جائے گا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔"

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں مقامِ وسیلہ پر فائز ہوں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو آپ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اس طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمینؓ کا مرتبہ سب اہلِ جنت سے بڑھ جائے گا۔ اللہ اللہ! کیا شان ہے والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، قابلِ صد رشک ہے شانِ والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

محمد اکرم مدنی

۱۲، رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

تاثرات و جذبات

قارئین! اس کتاب کی کتابت کی سعادت میرے چچازاد بھائی حافظ محمد رشید صاحب (ملتان) کو نصیب ہوئی۔ جب وہ کتاب لکھ چکے تو اُن کے اپنے جذبات مچل اٹھے اور انہوں نے شانِ والدینِ کریمین میں انتہائی محبت آمیز تحریر لکھی اور اس کو کتاب میں شامل کرنے کی خواہش کی۔ میں ان کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے ان کی اس دلربا تحریر کو معمولی سی ترمیم کے ساتھ اپنی کتاب کا حصہ بنا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو کامیاب فرمائے اور اس پر اجرِ عظیم عطا فرمائے آمین

محمد اکرم مدنی

۱۔ ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی نرالی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے ایسا پاکیزہ، مطہر اور برتر بنایا تھا کہ وہاں کسی عیب کی رسائی ممکن نہ تھی۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے نجاستوں پر بیٹھنے والی مکھی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر بیٹھنے سے باز رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا کہ اس کی بے ادبی نہ ہو، اور نعلِ مبارک کے نیچے جوں کا خون لگ جانا بھی اللہ رب العزت کو گوارا نہ ہوا اور نعل شریف اتارنے کا حکم فرمایا تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسے مقدس جسم پاک کو ناپاک پشتوں اور ناپاک ارحام میں رکھا جاتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہوا جنہیں آپ بالتفصیل پڑھ چکے ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد کا نام مبارک ہی ایسا ہے کہ ان کے موحد ہونے اور مومن ہونے پر کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ آپ کا اسم گرامی "عبداللہ" ہے۔ جس کے معنی ہیں "اللہ کا بندہ" اور بندہ وہی ہوتا ہے جو بندگی کرنے والا ہو۔ اسی بندگی کی وجہ سے نورانی فرشتوں کو قرآنِ مجید میں فرمایا گیا "بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ" "بلکہ یہ تو مکرم بندے ہیں"۔ یوں تو سبھی اللہ ہی کے بندے ہیں۔ لیکن یہ نام اسی وقت رکھا جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اور اس سے محبت بھی ہو۔

۳۔ حضرت عبادؓ سے روایت ہے کہ ہم انسؓ بن مالک کے پاس آئے۔ انہوں نے کنیز سے کہا دسترخوان لاؤ وہ دسترخوان لائی۔ انہوں نے کہا کہ رومال لاؤ۔ وہ ایک میلا رومال لائی۔ انہوں نے تنور دہکانے کے لئے کہا اور وہ رومال اس میں ڈال دیا۔ وہ اس میں دودھ کی طرح سفید ہو کر نکلا۔ ہم نے

حضرت انسؓ سے پوچھا یہ کیسا رومال ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرۂ اطہر پونچھا کرتے تھے۔ پس جب یہ میلا ہوتا ہے تو ہم اس کو آگ میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا میل جاتا رہتا ہے اور یہ سفید ہو جاتا ہے اس لئے کہ آگ اس شے کو نہیں جلاتی جو انبیاء کرام کے چہرے سے لگی ہو۔

ف: جس رومال سے میرے آقا نے چہرۂ اطہر پونچھا اس پر آگ حرام ہو گئی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ جن پشتوں اور ارحام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوتا رہا وہ آگ میں ہوں۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَا بَيْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ "میری قبر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

امام اہلسنت غزالیِ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمیؒ سے ہمارے ایک پیر بھائی نے پوچھا کہ حضور! اس حدیثِ پاک میں قبر شریف اور منبر کے درمیان والی جگہ کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ فرمایا گیا ہے۔ کیا یہ ٹکڑا جنت سے آیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اس لئے فرمایا گیا کہ یہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تر گزرگاہ ہوتی تھی۔ تو جہاں میرے آقا کا اکثر گزر ہو وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ حال تو زمین کے ٹکڑے کا ہے تو کیا مقام ہوگا ان پشتوں اور ان ارحام کا جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منتقل ہوتے رہے۔

۵۔ صفا اور مروہ پہاڑیوں کو ہی دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بندی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ ماجدہ سیدہ ہاجرہؓ نے پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں پر بار بار چکر لگائے۔ چونکہ حضرت ہاجرہؓ کے قدم مبارک ان پہاڑیوں سے بار بار

مَس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑیوں کو یہ مقام عطا فرمایا کہ انہیں شعائر اللہ قرار دیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے حجاج کرام کے لئے لازم قرار دیا کہ وہ اس پہاڑی پر جب تک دوڑ نہیں لگائیں گے ان کا حج ہی مکمل نہیں ہوگا۔

ف ۱:- سیدہ ہاجرہؓ کے قدم مبارک ان پہاڑیوں سے مَس ہونے کی وجہ سے ان پہاڑیوں کو اتنا مقام عطا فرمایا گیا۔ آپ اندازہ کیجئے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام اور بلندی کا کہ جن کے بطنِ اطہر میں رحمۃٌ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو ماہ قیام فرمایا۔

۶۔ اسی طرح مدینہ منورہ کو دیکھ لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہی مدینہ منورہ "یثرب" کہلاتا تھا۔ جس کے معنی ہیں "بیماری والی جگہ" اور اُس زمانے میں لوگ بیماری کے خوف سے یثرب سے بھاگتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہ مدینہ منورہ بن گیا اور اس کی خاک بھی شفا بن گئی۔ حدیث پاک میں ہے کہ "غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ" "مدینہ کی خاک میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔"

ف ۱:- قارئین! غور فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یثرب جو بیماریوں کا گڑھ تھا مدینہ منورہ بن کر لوگوں کے لئے تسکین اور شفاء کا باعث بنا تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ جن پشتوں اور رحموں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوتا رہا اُن میں کفر اور شرک جیسی بیماری موجود ہو۔ معاذ اللہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

حافظ محمد رشید احسن

تاثرات علیٰ الکتاب والدینِ رسول ﷺ

یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے جتنی معلوماتی ہے شاید ہی اس موضوع پر کوئی اس قدر معلوماتی کتاب لکھی گئی ہو۔ یہ کتاب عظمتِ والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ولایت والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے اس لئے میری تجویز ہے کہ اس کا نام "شانِ والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" ہونا چاہیئے۔

مصنف نے شانِ والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نکھارنے کے لئے جو اندازِ محبت اختیار کیا اور جو کوشش کی اس کے صدقے اللہ رب العزت مصنف کے علم میں لا محدود اضافہ فرمائے جو کتاب کے آخری ابواب کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے جس عمدگی سے والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان و عظمت پر متوقع ہر شبہے کا ازالہ کیا ہے۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ضرور خوش ہوئے ہوں گے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو یہ کتاب بالواسطہ اوّل تا آخر حضور سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ظاہر کر رہی ہے۔ جس کا اندازہ مجھے کتاب کے بعض حصوں سے ہوا ہے جہاں محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر موجزن ہے اور جہاں قاری کے محبت بھرے آنسو بے اختیار ٹپک پڑتے ہیں۔ میں یہ کتاب تنہائی میں پڑھ رہا تھا کہ پڑھتے پڑھتے والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی ایسی لہر اُٹھی جس نے میری آنکھیں پُرنم کر دیں اور خوشبو کے جھونکے محسوس ہونے لگے۔ یقیناً یہ خوشبو صاحبانِ کتاب کی روحانی توجہ کی وجہ سے ہی آئی ہوگی۔ اللہ کریم کتاب کی مقبولیت میں اضافہ فرمائے اور اسے لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے۔ آمین۔

محمد اسمٰعیل

محمد اکرم مدنی
فاضل عربی / ایم اے اسلامیات
چیف ایڈیٹر ماہنامہ "آفتاب ہدایت" جہلم

بک کارنر مین بازار جہلم (پاکستان)

محمد اکرم مدنی
ایم۔ اے اسلامیات / فاضلِ عربی

قیمت سو روپے صرف

بک کارنر جہلم

چند بہترین کتابیں

کتاب	مصنف / تفصیل	قیمت
لبیک	ممتاز مفتی	120.00
بارہ تقریریں	صاحبزادہ قاری عتیق الرحمٰن	90.00
اسلام میں حلال وحرام		120.00
جادو کا علاج	(قران وحدیث کی روشنی میں)	150.00
تاریخ جنات وشیاطین		120.00
اللہ وحدہ	(توحید۔صفات)	360.00
تاجدار رحمت	(سیرۃ طیبہ)	450.00
میرے حبیب	حافظ ناصر محمود	60.00
محمد بن قاسم	شاہد حمید	100.00
موت کا منظر	خواجہ محمد اسلام	50.00
جنّت کا منظر	خواجہ محمد اسلام	150.00
نماز کا منظر	خواجہ محمد اسلام	70.00
حج کا منظر	خواجہ محمد اسلام	90.00
حسن پرستوں کے انجام کا منظر..........		60.00
محبوب کے حسن و جمال کا منظر..........		150.00
قصص الانبیاء	خواجہ محمد اسلام	250.00
تذکرہ الاولیاء	فریدالدین عطار	125.00

بک کارنر مین بازار جہلم

فون نمبر:624306

انجم سلطان شہباز
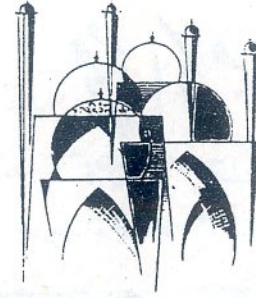
بک کارنر پرنٹرز پبلیشرز
مین بازار جہلم
فون:624306